

ڈیجیٹل ایڈیشن

# فضائلِ رمضان و روزہ

انوار و تجلیات ✨ برکات و ثمرات

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

ترتیب و تدوین  
شکیلہ قمر حفظہ اللہ

تالیف و پیشکش  
الشیخ محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ناشران

توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

مکتبہ کتاب و سنت، ریحان چیمبر و ڈسکہ، سیالکوٹ (پاکستان)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ  
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی رومہ

معدنہ البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [library@mohaddis.com](mailto:library@mohaddis.com)

# فضائلِ رمضان و روزہ

☆ انوار و تجلیات ☆ برکات و ثمرات

تالیف و پیشکش

شیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ترتیب و تدوین

شکیلہ قمر حفظہ اللہ

ناشران

توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

مکتبہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ وڈسکہ، سیالکوٹ (پاکستان)

## حقوق اشاعت بحق مؤلف محفوظ ہیں

☆ نام کتاب	:	فضائل رمضان و روزہ
☆ تالیف و پیشکش	:	شیخ ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین
☆ ترتیب و تدوین	:	شکیلہ قمر
☆ کمپوزنگ و کورڈیزائن	:	ابو محمد شاہد ستار / ازبیر سورتی
☆ طبع اول	:	۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۶ء
☆ تعداد	:	
☆ ناشران	:	توحید پبلیکیشنز، بنگلور (انڈیا)

مکتبہ کتاب و سنت، ریحان چیمبر وڈسکہ، سیالکوٹ (پاکستان)

## ☆ ہندوستان میں ملنے کے پتے ☆

- ۱- **Tawheed Publications,**  
S.R.K. Garden, Phone: ۲۶۶۵۰۶۱۸  
BANGALURU – ۵۶۰ ۰۴۱.  
توحید پبلیکیشنز  
ایس. آر. کے گارڈن  
فون: ۲۶۶۵۰۶۱۸، بنگلور۔ ۵۶۰۰۴۱
- ۲- **Charminar Book Center,**  
Charminar Road, Shivaji Nagar,  
BANGALURU – ۵۶۰ ۰۵۱.  
چارمینار بک سنٹر  
چارمینار روڈ، شیواجی نگر، بنگلور۔ ۵۶۰۰۵۱
- ۳- **Darul Taueyah,**  
Islamic Cassettes, Cds & Books  
House, Door # ۷, ۱<sup>st</sup> Cross,  
Charminar Masjid Road,  
Sivaji Nagar,  
BANGALURU – ۵۶۰ ۰۵۱  
Tel: ۰۸۰-۲۵۵۴۹۸۰۴.  
دار التوعیۃ  
اسلامی سی ڈی، کمپیسٹس اور بک ہاؤس۔  
نمبر: ۷، فرسٹ کراس، چارمینار مسجد روڈ  
فون: ۰۸۰-۲۵۵۴۹۸۰۴  
شیواجی نگر، بنگلور۔ ۵۶۰۰۵۱
- ۴- **Mysore,** Tel: ۲۴۹۲۱۲۹.  
میسور، فون: ۲۴۹۲۱۲۹

Email: [tawheed\\_pbs@hotmail.com](mailto:tawheed_pbs@hotmail.com)

## محترم قارئین کرام!

یہ کتاب ایک بہت اہم موضوع پر ہے جس کا جاننا اور سمجھنا ہر مسلمان کے لئے بہت ضروری ہے تاکہ وہ اپنا محاسبہ کر سکے اور اپنی آخرت کو سنوار سکے۔

میں نے اس کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر ضروری جاننا کہ اسے مزید دیدہ زیب بنایا جائے تاکہ پڑھنے والوں کو پڑھنے اور سمجھنے میں آسانی ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کے مؤلف، جمع و ترتیب، تحقیق و تخریج اور تمام معاونین حضرات کو اس کا بہترین اجر خیر عطا فرمائے اور اسے ان سب کے لئے بطور ثواب جاریہ قبول فرمائے۔ آمین

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ میری اس کوشش میں کامیابی عطا فرمائے اور مجھے اور تمام امت کو دین حق کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العرش العظیم

## زبیر سورتی

ڈیجیٹل ایڈیشن کی پی ڈی ایف حاصل کرنے کے لیے واٹس اپ نمبر پر رابطہ کریں: (+91) 9082458729

## آئینہ مضامین

- حرفِ گفتنی..... ۵
- فضائلِ رمضان و روزہ: انوار و تجلیات، برکات و ثمرات..... ۷
- ① قرآن کریم کی رو سے..... ۷
- فرضیتِ روزہ:..... ۷
- قرآنی احکام و مسائلِ روزہ:..... ۸
- ترغیبِ دعاء:..... ۱۰
- ② حدیث شریف کی روشنی میں..... ۱۱
- فرضیت و رکیتِ روزہ:..... ۱۱
- ③ فضائل و برکات اور فوائد و ثمراتِ رمضان و روزہ..... ۱۲
- (۱) اخلاصِ اللہ کا منفرد مظہر:..... ۱۲
- (۲) غیر متزلزل ایمان اور اس کی جزا:..... ۱۳
- (۳) اخلاقی و روحانی تربیت کا مہینہ:..... ۱۵
- اندازِ تربیت:..... ۱۶
- (۴) ریفریشر کورس:..... ۱۸
- (۵) روزہ داروں کا مقام و مرتبہ اور منصبِ عالی:..... ۱۹
- (۶) ابلیس اور جہنم کے سامنے ڈھال:..... ۲۰
- (۷) منہ کی بو:..... ۲۱
- (۸) دوہری فرحت و مسرت اور دیدارِ الہی:..... ۲۲
- (۹) مہمانِ خصوصی:..... ۲۲
- (۱۰) روزہ داروں کیلئے خصوصی دروازہ (VIP Gate) اور مقامِ صدیقِ صلی اللہ علیہ وسلم:..... ۲۳
- (۱۱) ابوابِ جنت و رحمت کا کھلنا:..... ۲۵
- (۱۲) ابوابِ جہنم اور شیاطین کا بند ہونا:..... ۲۶

فضائلِ رمضان و روزہ:

- ۲۶ ..... بست و کشاد کی شرح و تفصیل:
- ۲۷ ..... سوال:
- ۲۸ ..... جواب:
- ۲۹ ..... (۱۳) ماہِ رمضان: ماہِ قرآن:
- ۳۰ ..... (۱۴) حکیمانہ فیصلوں کی رات:
- ۳۷ ..... (۱۵) لیلۃ القدر کی فضیلت؛ ہزار ماہ سے زیادہ اجر و ثواب:
- ۳۹ ..... لیلۃ القدر کی عدم تعیین:
- ۴۴ ..... شبِ نزولِ قرآن کی دعاء:
- ۴۵ ..... اخفاء لیلۃ القدر کی حکمت و مصلحت:
- ۴۶ ..... پہلی حکمت:
- ۴۷ ..... دوسری حکمت:
- ۴۷ ..... تیسری حکمت:
- ۴۷ ..... چوتھی حکمت:
- ۴۷ ..... نزولِ قرآن کی کیفیت:
- ۵۰ ..... تدریجی نزول کی حکمتیں:
- ۵۲ ..... (۱۶) بکثرت تلاوت و خیرات کا مہینہ:
- ۵۳ ..... (۱۷) شفاعتِ صیام و قرآن:
- ۵۴ ..... (۱۸) نمازِ پنجگانہ کے اہتمام کی تربیت:
- ۵۵ ..... نمازیوں کی اقسام
- ۵۶ ..... (۱) آٹھ کے نمازی:
- ۵۶ ..... (۲) اکٹھ کے نمازی:
- ۵۶ ..... (۳) تین سو ساٹھ کے نمازی:
- ۵۶ ..... (۴) کھاٹ کے نمازی:
- ۵۶ ..... (۵) ٹھاٹھ کے نمازی:

- ۵۷ ..... (۱۹) روزہ کے طبی فوائد و ثمرات:
- ۵۹ ..... (۲۰) روزہ کے نفسیاتی فوائد و ثمرات:
- ۵۹ ..... (۲۱) روزہ کے اقتصادی فوائد و ثمرات:
- ۵۹ ..... ترکِ روزہ پر وعید:
- ۶۲ ..... اللہ عَزَّوَجَلَّ، رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کی لعنت و پھٹکار:
- ۶۴ ..... (۴) بچوں کے روزے
- ۶۶ ..... آج کے مسلمان ..... ایک لمحہ فکریہ
- ۶۷ ..... لفظِ رمضان کا لغوی معنی:
- ۶۸ ..... ماہِ رمضان کی وجہ تسمیہ:
- ۶۹ ..... ماہِ رمضان کو صرف رمضان کہنا:
- ۷۱ ..... حدیث نمبر ۱:
- ۷۲ ..... حدیث نمبر ۲:
- ۷۲ ..... حدیث نمبر ۳:
- ۷۲ ..... حدیث نمبر ۴:
- ۷۲ ..... حدیث نمبر ۵:
- ۷۳ ..... حدیث نمبر ۶:
- ۷۳ ..... حدیث نمبر ۷:
- ۷۳ ..... حدیث نمبر ۸:
- ۷۴ ..... ایک اشکال یا احتمال:
- ۷۴ ..... اس کا حل:
- ۷۵ ..... پہلا فائدہ:
- ۷۵ ..... دوسرا فائدہ:
- ۷۶ ..... تیسرا فائدہ:
- ۷۶ ..... لفظِ رمضان کو شہر کی اضافت کے بغیر لانے کا فائدہ:



- ۷۷ ..... خلاصہ کلام:
- ۷۷ ..... الصّوم (روزہ) کا لغوی معنی:
- ۷۸ ..... الصّوم (روزہ) کا شرعی و اصطلاحی معنی:
- ۷۹ ..... شک کے دن کا یا اسلامی و استقبال کا روزہ:
- ۸۲ ..... ایامِ رمضان کل تعداد:
- ۸۳ ..... رویتِ ہلالِ رمضان و عید:
- ۸۴ ..... رویتِ ہلالِ رمضان کی شہادت:
- ۸۵ ..... رویتِ ہلالِ عید کی شہادت:
- ۸۸ ..... فیصلہ کن بات:
- ۸۸ ..... ایک نادر صورت:
- ۹۰ ..... دوسرے مقام کی رویت:
- ۹۰ ..... اختلافِ مطالع کا اعتبار:
- ۹۱ ..... مطالع میں اختلاف کے لئے مسافت:
- ۹۲ ..... علماء و فقہاء احناف کی نظر میں:
- ۹۶ ..... ندوۃ العلماء کا ایک اجلاس:
- ۹۷ ..... شکست و ریخت:
- ۹۹ ..... کبھی ایسا بھی ہوتا ہے:
- ۹۹ ..... پس چہ باید کرد؟
- ۱۰۱ ..... طویل الاوقات علاقوں میں روزہ:
- ۱۰۴ ..... رویتِ ہلال کی دعاء:
- ۱۰۶ ..... اندازِ دعاء:
- ۱۰۷ ..... مؤلف کی دیگر تصانیف اور علمی کاوشیں
- ۱۰۷ ..... مطبوعہ کتب:
- ۱۱۱ ..... مسودات:



## شرفِ گفتنی

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ  
أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ  
لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.  
أَمَّا بَعْدُ:

قارئین گرامی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہِ رمضان المبارک اور روزہ کے فضائل و مسائل اور اس موضوع سے متعلقہ ضعیف و من  
گھڑت احادیث پر مختصر انداز کے ہمارے دور سائل شائع ہو کر آپ تک پہنچ چکے ہیں، جبکہ یہ اسی  
سلسلہ کا تیسرا سالہ یا کتاب ہے جس میں ہم نے تفصیل کے ساتھ ماہِ رمضان المبارک اور روزہ  
کے انوار و تجلیات، فضائل و برکات اور فوائد و ثمرات ذکر کر دیئے ہیں۔

یہ کتاب دراصل ہماری ان ریڈیائی تقاریر کا ایک حصہ ہے جو متحدہ عرب امارات کے ریڈیو  
اُم القیوین کی اردو سروس سے روزانہ پروگرام ”دین و دنیا“ کے تحت نشر ہوئیں۔ پہلے ریڈیو اور پھر  
کیسٹوں، سی ڈی اور ڈی وی ڈی کے ذریعے ہمارے سامعین نے ان تقاریر سے استفادہ کیا، اور اب  
ہم انہیں اپنے قارئین کی خدمت میں کتابی شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔  
اور اللہ سے دعاء گو ہیں کہ وہ ہماری اس خدمت کو شرفِ قبول سے نوازے اور ہم سب کے لئے  
اسے سعادتِ دارین کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

اس کتاب کی موجودہ شکل و تدوین پر ہم اپنی لختِ جگر شکلیہ قمر کے شکر گزار اور اس کے لئے دعاء گو ہیں۔

**بَارَكَ اللهُ فِي أَوْقَاتِهَا وَأَعْمَالِهَا وَتَقَبَّلَهَا مِنْهَا وَوَفَّقَهَا لِلْمَزِيدِ.**

ہم اپنے دوست جناب ابو محمد شاہد ستار صاحب (کانو کمپنی، النجر) کے شکر گزار ہیں، جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود بڑے خلوص و محبت کے ساتھ بعض دیگر رسائل کی طرح ہی اس کتاب کی کمپوزنگ کی۔ **فَجَزَاهُ اللهُ فِي الدَّارَيْنِ وَوَهَبَ لَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ.**

ایسے ہی ناسپاسی ہوگی اگر اپنے دوست جناب محمد رحمت اللہ خان صاحب (ایڈووکیٹ، النجر) کا شکریہ ادا نہ کریں، جن کا خلوص و محبت اور دعائیں ہمارا حوصلہ بڑھاتی ہیں اور جو ہماری کتابوں، سیڈیوں اور کیسٹوں کو ہندوستان میں عام کرنے کے جذبے سے سرشار شب و روز مصروف کار رہتے ہیں۔ **بَارَكَ اللهُ فِي جُحُودِهِ وَأَوْقَاتِهِ - آمین**

**وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ**

ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین

ترجمان سپریم کورٹ، النجر

وداعیہ متعاون، مراکز دعوت و ارشاد

الدام، الظہران، النجر

النجر، سعودی عرب

۱۱ صفر ۱۴۲۳ھ

۲۴ اپریل ۲۰۰۲ء



## فضائل رمضان و روزہ: انوار و تجلیات، برکات و ثمرات

ماہ رمضان المبارک اور روزے کے بے شمار فضائل و برکات اور فوائد و ثمرات ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر تو خود کتاب الہی قرآن کریم میں بھی آیا ہے اور کچھ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات میں مذکور ہیں۔ اور اخروی و روحانی فضائل و برکات کے ساتھ ساتھ روزے کے بہت سارے مادی و طبی فوائد و ثمرات اور منافع و مفادات بھی ہیں، جن کا تذکرہ آگے چل کر اپنے اپنے مقام پر آتا جائے گا۔

### ① قرآن کریم کی رو سے

سب سے پہلے آئیے قرآن کریم کے اس حصہ کا مطالعہ کریں جس میں رمضان و روزہ کے نہ صرف فضائل و برکات ہی کا تذکرہ ہے بلکہ روزے کے کتنے ہی مسائل و احکام بھی آگئے ہیں۔ قرآن کریم کا وہ حصہ سورہ بقرہ کی آیت ۱۸۳ سے لے کر ۱۸۷ تک ہے۔

### فرضیتِ روزہ:

اس حصہ کی پہلی ہی آیت میں روزے کی فرضیت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿﴿ [سورۃ البقرہ: ۱۸۳]

”اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر بھی

فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم میں تقویٰ و پرہیزگاری کی صفت پیدا ہو۔“

## قرآنی احکام و مسائل روزہ:

اگلی آیات میں روزے کے مختلف احکام و مسائل ذکر کیے گئے ہیں، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۖ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَىٰ الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۗ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۴﴾ [سورة البقرہ: ۱۸۴]

”یہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں، پس تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اس گنتی کو پورا کر لے، اور طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں، اور جو شخص نیکی میں سبقت کر لے، وہ اس کے لئے بہتر ہے، لیکن تمہارے حق میں افضل کام روزے رکھنا ہی ہے، اگر تم علم رکھتے ہو۔“

یہاں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ابتدائے اسلام میں جب لوگ ابھی روزہ رکھنے کے عادی نہیں ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ رعایت دے رکھی تھی کہ چاہے تم خود روزہ رکھو یا فدیہ میں کسی مسکین کو کھانا کھلا دو، تمہیں اختیار ہے، مگر تمہارے لئے بہتر روزہ رکھنا ہی ہے۔ اور جب لوگوں کے دلوں میں ایمان راسخ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ رعایت ختم فرمادی اور حکم دے دیا کہ روزہ ہی رکھنا ہوگا۔ اس طرح اس رخصت و رعایت کو اس سے اگلی ہی آیت نے منسوخ کر دیا، جیسا کہ متعدد احادیث سے بھی پتہ چلتا ہے۔ لیکن صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک قول مروی ہے جس کی رو سے بظاہر یوں لگتا ہے کہ وہ اس آیت میں نسخ کے قائل نہیں، بلکہ وہ اسے محکم مانتے تھے۔<sup>[۱]</sup>

جبکہ انہی سے ایک دوسری روایت بھی ثابت ہے جس سے ان کا یہ نظریہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی نسخ کے قائل تھے، جیسا کہ تفسیر ابن جریر، المستقیٰ ابن جارود اور سنن کبریٰ بیہقی میں عذرہ کے طریق سے ان کا قول مروی ہے۔<sup>[۲]</sup>

[۱] صحیح بخاری مع الفتح: ۸/۷۹، ارواء الغلیل: ۴/۷۱ و ما بعد۔

[۲] الارواء: ۳/۱۸۔

شیخ محمد ناصر الدین البانی نے ارواء الغلیل میں ان ہر دو قسم کی روایات کے مابین جمع و تطبیق ذکر کر کے اس اشکال کو بھی رفع کر دیا ہے، جس کی تفصیل مذکورہ کتاب کی جلد چہارم کے صفحات ۲۵ تا ۲۷ پر دیکھی جاسکتی ہے، جہاں دیگر کئی اہم موضوعات بھی آگئے ہیں۔

غرض روزے یا فدیے کے اختیار کی رخصت کو منسوخ کرنے والی اگلی ہی آیت میں ارشاد الہی ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۗ﴾ [سورة البقره: ۱۸۵]

”رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور جس میں ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔ تم میں سے جو شخص اس ماہ میں (مقیم و تندرست) ہو، اس کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے۔“

آیت کے اس حصہ میں اللہ نے فدیے والی رخصت کو ختم کر دیا، البتہ مریض و مسافر کیلئے رخصت قضاء کو برقرار رکھتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۗ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝﴾ [سورة البقره: ۱۸۵]

”اور ہاں تم میں سے جو شخص مریض یا مسافر ہو، اُسے دوسرے دنوں میں (قضاء روزے رکھ کر) یہ گنتی پوری کرنا ہوگی۔ اللہ کا ارادہ تمہارے لئے آسانی کرنے کا ہے سختی کا نہیں (وہ چاہتا ہے کہ) تم گنتی پوری کر لو اور اللہ کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو۔“

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ﴾ کے تحت لکھا ہے کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ عید الفطر میں بھی تکبیریں «اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ

أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، وَلِلَّهِ الْحَمْدُ» کہنی چاہئیں۔ [۳]

ترغیبِ دعاء:

دعاء کی قبولیت کو روزے کے ساتھ چونکہ ایک خاص مناسبت ہے، لہذا روزے کے احکام کا بیان مکمل کرنے کے مابین ہی اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۗ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾﴾ [سورة البقرة: ۱۸۶]

”(اے نبی!) جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں (تو فرما دیں کہ) میں بہت ہی قریب ہوں، میں ہر پکارنے والے کی دعاء و پکار کو قبول کرتا ہوں جب کبھی بھی کوئی مجھے پکارے، پس لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، اس سے انہیں رشد و ہدایت نصیب ہوگی۔“

رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ سے بکثرت دعائیں کرنے کی طرف مختصر سا اشارہ کرنے کے بعد پھر سے احکامِ رمضان و روزہ کا بیان شروع کر دیا اور فرمایا:

﴿أَحَلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثَ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۖ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۗ فَالَّذِينَ بَاشَرُوهُنَّ وَابْتَغَوْا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۗ ثُمَّ أَتَمُوا الصِّيَامَ إِلَىٰ اللَّيْلِ ۗ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرُبُوهَا ۗ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لِيَتَّعِبُونَ ۗ لِّلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾﴾ [سورة البقرة: ۱۸۷]

”روزہ کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی بیویوں سے ملنا حلال کیا گیا ہے، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم انکا لباس ہو، تمہاری پوشیدہ خیانتوں کو اللہ تعالیٰ نے معلوم کر لیا

[۳] تفسیر ابن کثیر اردو: ۱/۲۵۵، طبع مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور۔

ہے۔ اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرمایا ہے۔ اب تمہیں اپنی بیویوں سے مباشرت کرنے اور اللہ کی لکھی ہوئی چیز (اولاد) کو تلاش کرنے کی اجازت ہے۔ اور تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ (رات کے) سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔ اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جبکہ تم مساجد میں اعتکاف کیے ہوئے ہو۔ یہ اللہ کی قائم کردہ حدود ہیں، تم ان کے قریب بھی مت جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کیلئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ متقی و پرہیزگار بن جائیں۔“

اس آیت کے جن الفاظ میں مذکور ہے کہ ”تمہاری پوشیدہ خیانتوں کو اللہ تعالیٰ نے معلوم کر لیا ہے“، اس حصہ کا مفہوم اس پس منظر کے ساتھ مربوط ہے کہ ابتدائے اسلام میں افطار سے لے کر نمازِ عشاء تک ہی کھانا پینا اور جماع کرنا جائز تھا، اور اگر کوئی اس سے پہلے ہی سو گیا تو نیند آتے ہی سب حرام ہو گیا۔ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قدرے مشقت ہوئی اور ان سے خطائیں بھی سرزد ہوئیں، جنہیں خیانت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ابن کثیر اور دیگر کتب تفسیر میں حضرت قیس اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے واقعات بھی منقول ہیں کہ وہ کس مشقت میں مبتلا ہوئے اور کیا خیانت کر بیٹھے۔ الغرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس مشقت کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور روزے کی راتوں میں اکل و شرب اور جماع کی عام اجازت دے دی اور سابقہ خطاؤں کو معاف کرنے کا اعلان بھی فرمادیا۔<sup>[۴]</sup>

## ② حدیث شریف کی روشنی میں

### فرضیت و رکنیتِ روزہ:

رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت و فضائل اور بعض مسائل سے متعلقہ قرآنی آیات کی طرح ہی ہمارے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بھی رمضان المبارک کے روزے فرض

[۴] تفصیل کیلئے دیکھیے: تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۶۲-۲۶۳ اردو۔



## فضائلِ رمضان و روزہ :

قرار دیئے گئے ہیں اور نہ صرف یہ کہ فرض قرار دیئے گئے ہیں، بلکہ انہیں اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن کا درجہ دیا گیا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، وَحَجَّ الْبَيْتِ» [۵]

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔“

یاد رہے کہ رمضان المبارک کے روزے ۲۷ ماہ شعبان کی دو تاریخ بروز پیر فرض کئے گئے تھے۔ [۶]

### ۳) فضائل و برکات اور فوائد و ثمراتِ رمضان و روزہ

حدیثِ رسول ﷺ میں رمضان المبارک اور روزے کے بے شمار فضائل و برکات اور فوائد و ثمرات بیان کئے گئے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

#### ۱) اخلاصِ لہ کا منفرد مظہر:

تمام عبادات میں سے روزہ ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے سوا اسلام کے تمام ارکان کا کسی نہ کسی حد تک ظاہر سے بھی ایک تعلق ہے، جیسے نماز کو ہی لے لیجئے کہ یہ پوشیدہ نہیں رہ سکتی، بلکہ جب سورہ بقرہ، آیت: ۴۳ میں وارد حکم الہی ﴿وَأَذْكُرُوا مَعَ الرُّكُوعِ﴾ ”اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو“ کے تحت کوئی شخص باجماعت نماز ادا کرے گا تو پوری جماعت اسے مسجد میں آتے جاتے اور نماز ادا کرتے دیکھے گی۔ حج کی ادائیگی پر سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ

[۵] الارواء: ۳/۲۴۸، مشکوٰۃ بتحقیق البانی: ۱/۱۰۱۔

[۶] نیل الاوطار: ۲/۱۸۶، فقہ السنہ: ۱/۳۳۳۔

لاکھوں تجاج کا حجمِ غفیر اسے مناسکِ حج و عمرہ ادا کرتے دیکھتا ہے، اور زکوٰۃ ہے تو وہ بھی کم از کم دینے اور لینے والے دو آدمیوں کے مابین ہوگی مگر روزہ..... روزہ وہ منفرد عبادت ہے کہ ایک وقت اس کا تعلق ظاہر سے بالکل ہی ٹوٹ جاتا ہے اور صرف عابد و معبود کا باہمی معاملہ ہی رہ جاتا ہے۔ مثلاً والدین، بہن، بھائیوں اور بیوی بچوں یا دوست و احباب کے ساتھ مل کر سحری کھائی، مگر جب وہ ہاتھ روم، کچن یا کسی بھی مقام پر تنہا ہے تو بنی نوعِ انسان تو کیا تمام مخلوقات میں سے کوئی پرندہ تک بھی اُسے نہیں دیکھ رہا ہوتا۔ ایسے میں جب باہر شدت کی دھوپ اور گرمی ہو تو انسان کا نفس اتنا رہ اسے یہ طفل تسلیاں دیتا ہے کہ اس تنہائی میں اگر تم ٹھنڈے پانی سے شاد کام ہو لو، تو کون دیکھ رہا ہے؟ اور کس کا ڈر ہے؟ عین اُسی وقت روزہ دار کا ذاتِ الہی پر غیر متزلزل ایمان آڑے آتا ہے۔ اس کا ضمیر بیدار ہو جاتا ہے اور اُسے جھنجھوڑ کر بتاتا ہے کہ اس تنہائی میں پانی پینے میں بھی اُس ذات کا ڈر ہے کہ جوشہ رگ سے بھی قریب تر ہے، اور پانی کے منہ سے پیٹ تک جانے کے راستے میں ہی جس کا گھر ہے۔ کیونکہ سورہٴ ق، آیت: ۱۶ میں ارشادِ الہی ہے:

﴿نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾

”ہم تو اپنے بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔“

(۲) غیر متزلزل ایمان اور اس کی جزا:

اس یکسوئی و تنہائی کے لمحات میں اگر اسے فکرِ آخرت اور خوفِ الہی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے لطیف و خبیر اور علیم و رقیب ہونے پر اس کا مضبوط و محکم ایمان نہ ہو تو وہ کبھی بھی روزے کی تکمیل نہ کر پائے۔ یہ دولتِ ایمان ہی کا کرشمہ ہے کہ آتش بار گرمی اور تشنہ کامی میں بھی وہ روزہ دار کو ٹھنڈے پانی سے شاد کام نہیں ہونے دیتا اور ایک گھونٹ بھی گلے سے نیچے نہیں اُتارنے دیتا۔ یہ امتیازی اور انفرادی حیثیت تمام عبادات میں سے صرف روزے کو ہی حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح بخاری و مسلم اور نسائی کی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«كُلَّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ، إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ»<sup>[۷]</sup>  
 ”بنی آدم کا ہر عمل اسی کیلئے ہے، سوائے روزے کے، وہ محض میری خوشنودی کیلئے ہی ہوتا ہے اور اس کا اجر و ثواب بھی خود میں ہی دوں گا۔“

بخاری شریف میں اس حدیثِ قدسی کی ایک اور روایت کے یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں:

«يَتْرُكُ طَعَامَهُ، وَشَرَابَهُ، وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي. الصِّيَامُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا»<sup>[۸]</sup>

”میرا بندہ کھانا پینا اور حلال شہوت کو پورا کرنا بھی میری رضا کی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ روزے میری رضا کیلئے خاص ہیں اور ان کی جزاء بھی خود میں ہی دوں گا اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔“

صحیح مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے:

«كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةٍ ضِعْفٍ، قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدْعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي»<sup>[۹]</sup>

”بنی آدم کے ہر نیک عمل کا بدلہ بڑھا چڑھا کر دیا جاتا ہے۔ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک دیا جائے گا، لیکن اللہ کا ارشاد ہے: سوائے روزے کے، وہ محض میری رضا کیلئے سرانجام پاتا ہے اور اس کا اجر و ثواب بھی خود میں ہی دوں گا۔ کیونکہ وہ شہوت اور کھانا پینا میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔“

[۷] بحوالہ ریاض الصالحین، مراجعۃ الارناؤوط، ص: ۴۷۸، طبع دار المأمون، دمشق، و صحیح الجامع: ۲/۳/۱۱۹۔

[۸] بحوالہ سابقہ۔

[۹] ایضاً۔

اندازہ فرمائیں کہ روزے کی اس امتیازی و انفرادی حیثیت و مقام میں دوسرا کوئی عمل اس کا کیا مقابلہ کر پائے گا؟

### (۳) اخلاقی و روحانی تربیت کا مہینہ:

انبیاء و رسل صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ کی بعثت کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی توحید و یکتائی اور بے ہمتائی اجاگر کرنا، اخلاقِ انسانی کو سنوارنا اور اخلاقی اقدار کو فروغ دینا ہے، اور نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے خود اپنی زبانِ مبارک سے بھی اپنی بعثت کا یہی منصبِ جلیل اور مقصدِ عظیم بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ الادب المفرد امام بخاری، مستدرک حاکم، شعب الایمان بیہقی، مسند احمد، مؤطا مالک اور طبقات ابن سعد میں حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے مروی ارشادِ نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہے:

«إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ (مَكَارِمَ) الْأَخْلَاقِ».<sup>[۱۰]</sup>

”میں مکارمِ اخلاق (صالحِ اخلاق) کی تکمیل کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں۔“

یوں تو سبھی ارکانِ اسلام ہی انسان میں اخلاقی و روحانی اقدار کے فروغ و ارتقاء کا کام کرتے ہیں، مگر روزہ ایسی عبادت ہے کہ یہ باقی ارکان کی نسبت اخلاقیات کے اتمام و تکمیل کیلئے سب سے اہم تربیت گاہ اور ایک طویل ٹریننگ ہے، بلکہ اگر ماہِ رمضان کے روزوں کو ”ریفریش کورس“ کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

دیکھ لیجئے کہ اقرارِ توحید و رسالت اگرچہ مسلمان ہونے کیلئے شرطِ اوّل ہے، مگر پوری زندگی میں صرف ایک ہی بار فرض ہے۔ نماز ہے تو وہ بھی چند منٹوں میں ادا ہو جاتی ہے، اور روزانہ کی پنجگانہ نماز پر صرف ہونے والا کُل وقت ایک گھنٹہ بھی نہیں بنتا۔ زکوٰۃ سال بھر میں صرف ایک بار ادا کی جاتی ہے، اور حج اگرچہ عوامِ الناس سے کافی وقت لے لیتا ہے، لیکن جو لوگ باحیثیت اور

[۱۰] صحیح الجامع الصغیر للابانی: ۱/۲۸۵، وسلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للابانی: ۱/۵۱۔

اصحابِ دولت و ثروت ہیں، وہ اپنے تیز تر وسائل کی بناء پر مہینوں کی اس مسافت اور عبادت و ریاضت کو ہفتہ عشرہ میں ہی سمیٹ کر فریضہ حج و عمرہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہو سکتے ہیں، اور اگر بحری یا بری راستوں سے وادی حجاز اور حرمین شریفین تک پہنچنے اور حج بیت اللہ میں صرف ہونے والے کل وقت کا اندازہ لگائیں تو بھی کھینچ تان کر یہ دو تین ماہ ہی بنتے ہیں، جبکہ یہ حج بھی ایک مسلمان کی زندگی میں اس پر صرف ایک ہی مرتبہ فرض ہے، لیکن روزہ..... روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو کہ سن تمیز و رشد سے لے کر تادم واپس ہر مسلمان پر ہر سال رمضان المبارک کا پورا مہینہ فرض ہے، جیسا کہ سورہ بقرہ، آیت: ۱۸۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾

”تم میں سے جو شخص ماہ رمضان کو (مقیم و تندرست ہونے کی حالت میں) پائے وہ اس ماہ کے روزے رکھے۔“

اس ارشاد کی تعمیل ہر سال ایک ماہ یعنی کم از کم تین سو ساٹھ (۳۶۰) گھنٹے کیلئے مسلمان سے اسلامی قواعد و ضوابط کی پابندی سے ہی ممکن ہے، کیونکہ اگر ایک روزہ کا وقت صرف بارہ (۱۲) گھنٹے شمار کیا جائے تو تیس (۳۰) دنوں کے مہینہ کی صورت میں حالتِ روزہ کے اتنے (۳۶۰) گھنٹے ہی بنتے ہیں۔ اور یہ طویل ریاضت انسان میں تطہیرِ قلب، تصفیہٴ باطن، تہذیبِ نفس اور ایسے اوصافِ حمیدہ و محاسنِ جلیلہ پیدا کر دیتی ہے، جو حقیقتاً بلند اخلاقی کا طرہ امتیاز ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ روزہ انسان میں تقویٰ و پرہیزگاری کی صفت پیدا کرتا ہے، جو سب سے قیمتی چیز ہے، اور خود اللہ تعالیٰ نے بھی روزے کا فلسفہ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ”تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ“ ہی بتایا ہے۔

اندازِ تربیت:

ماہِ رمضان اخلاقی و روحانی تربیت و ٹریننگ کا مہینہ ہے۔ اس بات کو سمجھنے کیلئے ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے روزے کے آداب اور قواعد و ضوابط کو پیش نظر رکھنا ہوگا، مثلاً صبح بخاری و مسلم، ابو داؤد و نسائی اور موطا امام مالک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
ہے:

«وَإِذَا كَانَ يَوْمٌ صَوْمٍ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْحَبْ، فَإِنْ سَابَهُ  
أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ»۔<sup>[۱۱]</sup>

”تم میں سے جب کسی نے روزہ رکھا ہوا ہو، تو اُسے چاہیے کہ فحش گوئی و بدکلامی اور  
سوقیانہ زبان درازی نہ کرے، اور اگر کوئی دوسرا شخص اُس سے گالی گلوچ اور لڑائی  
جھگڑا کرنا بھی چاہے تو وہ اسے کہہ دے کہ بھی! میں تو روزے سے ہوں۔“

صحیحین و سنن کی اس حدیث میں نبی اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے روزہ دار کو زبان پر کنٹرول کرنے اور  
اس کے تحفظ کا حکم فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ فحش گوئی و بدکلامی، گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے سے کلی  
طور پر پرہیز کرنا روزے کے آداب میں سے ہے۔

ایسے ہی صحیح بخاری، سنن ابی داؤد و ترمذی اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سے ہی  
مروی ارشادِ نبوی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے:

«مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ أَنْ يَدَعَ  
طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ»۔<sup>[۱۲]</sup>

”جو روزہ دار روزے کی حالت میں جھوٹ بولنے اور اس پر عمل کرنے سے باز نہیں  
رہتا، اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے (اور بھوکا پیاسا مرنے) کی کوئی ضرورت  
نہیں۔“

اس ارشادِ گرامی میں یہ بتا دیا کہ روزے کی حالت میں جھوٹ نہ بولنا بھی قبولیتِ روزہ کی ایک  
شرط ہے، اور اگر کوئی شخص روزہ بھی رکھے اور جھوٹ بھی بولتا جائے تو اسے روزے کا ثواب

[۱۱] بحوالہ ریاض الصالحین، ص: ۴۸۵، صحیح الجامع: ۲/۴/۱۹۹۔

[۱۲] ریاض الصالحین، ص: ۴۷۵، صحیح الجامع: ۲/۴/۱۹۹۔

نہیں ہوگا، وہ خواہ مخواہ ہی بھوک و پیاس برداشت کر رہا ہے۔

معلوم ہوا کہ روزہ صرف اسی چیز کا نام نہیں کہ طلوعِ صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے سے منہ بند کر لیا جائے، بلکہ روزے کے کچھ اور بھی تقاضے ہیں جو اس کی قبولیت کیلئے ضروری بھی ہیں بلکہ یوں کہہ لیں کہ صرف منہ پیٹ اور شرمگاہ کا ہی روزہ نہیں بلکہ تمام اعضائے جسم کا روزہ ہونا چاہیے۔ روزہ دار زبان سے فحش گوئی، دروغ گوئی و کذب بیانی یعنی جھوٹ بولنے، گالی گلوچ کرنے، غیبت و چغلی کھانے سے قطعی پرہیز کرے۔ دل و دماغ کو آوارگی و بدخیالی سے روکے اور تصورات کی دنیا میں خوابوں کے محل تیار کرنے اور جسمانی و ذہنی عیاشی سے باز رہے۔ آنکھوں کو پریشان نظری سے بچائے۔ ٹی وی، وی سی آر اور انٹرنیٹ وغیرہ پر فلم بینی کرنے اور راہ چلتی عورتوں کو تاڑنے اور تانک جھانک کرنے سے بچے، اور اپنے کانوں کو ناجائز باتوں، نازیبا و ناروا آوازوں، گیتوں، گانوں اور موسیقی یا سازوں سے محفوظ رکھے، اور جس طرح چغلی کھانے سے زبان کو روکے، اسی طرح ہی چغلی سننے سے کانوں کا تحفظ کرے۔ کیونکہ یہ تمام برائیاں جہاں معاشرتی ناسور کی حیثیت رکھتی ہیں وہیں یہ سب امور آدابِ روزہ کے بھی خلاف ہیں۔

جو شخص مہینہ بھر اپنے آپ کو ان برائیوں سے بچاتا رہے گا اس کی ایک طرح کی ٹریننگ یا تربیت ہو جائے گی، جو ان برائیوں سے بچنے کے لئے سال بھر اس کے کام آئے گی اور اتنے میں پھر یہ ماہ مبارک آجائے گا۔

(۴) ریفریشر کورس:

ماہِ رمضان المبارک کی ہر سال آمد بھی ربِّ کائنات کا ایک احسانِ عظیم ہے کیونکہ دید و شنید کی باتیں اور آموختہ سبق کو بھول جانا انسانی فطرت کا خاصہ ہے، جیسا کہ معروف ہے:

(الْإِنْسَانُ مُرْتَكِبٌ مِّنَ الْخَطَا وَالنِّسْيَانِ)

”انسان خطا و بھول سے مرتکب ہے۔“

اور گاہے ماہے اسے یاد دہانی کی ضرورت رہتی ہے، جیسے سرکاری تعلیمی اداروں کے اساتذہ کو بھی کبھی کبھی ایک مختصر سا کورس کرایا جاتا ہے تاکہ ان کی خوابیدہ تدریسی صلاحیتوں کو جلا دی جائے اور وہ پھر سے تندہی کے ساتھ تدریسی فرائض و خدمات سرانجام دینے لگیں۔ اس کورس کو ہی ”ریفریش کورس“ کہا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح ہی سال کے گیارہ مہینوں میں مسلمان کی عملی قوتوں میں آہستہ آہستہ ضعف و کمزوری در آتی ہے، تو اتنے میں اللہ کی کرم گستریوں اور عنایتوں کا مہینہ ”رمضان المبارک“ پھر آجاتا ہے جو روزہ داروں کیلئے اخلاقی و روحانی تربیت گاہ یا ریفریش کورس کا کام کرتا ہے، انکی عملی کمزوریوں اور کوتاہیوں کا ازالہ کرتا ہے اور انہیں پھر سے نئے جوش و جذبہ اطاعت کے ساتھ میدانِ عمل میں لاکھڑا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ماہ مبارک کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

### ۵) روزہ داروں کا مقام و مرتبہ اور منصبِ عالی:

سابقہ سطور میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ رمضان المبارک اخلاقی و روحانی ٹریننگ یا تربیت کا مہینہ ہے اور دیگر ارکانِ اسلام کی نسبت یہ ایک طویل اور کٹھن کورس ہے، اور یہ بھی ایک عام دنیا داری اصول اور مسلمہ قاعدہ ہے کہ کوئی کورس جتنا مشکل اور طویل ہو، اس پر ملنے والا منصب بھی اتنا ہی اعلیٰ اور معزز ہوتا ہے، اور ایسا کورس پاس کرنے والوں کو باآسانی کوئی نہ کوئی گزٹڈ پوسٹ یا باعزت سروس مل جاتی ہے۔ اسی طرح ہی روزہ داروں کا یہ کورس قدرے کٹھن اور مشکل محسوس ہوتا ہے تو قانون و دستورِ الہی میں روزہ دار کیلئے انعامات اور مناصب بھی بہت بڑے بڑے ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیثِ قدسی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ذکر کیا ہے، جس میں وہ فرماتا ہے:

«الصِّيَامُ لِيْ وَ اَنَا اَجْزِيْ بِهٖ» [۱۳]



”روزہ خاص میرے لئے ہے اور اس کا اجر بھی میں ہی عطا کروں گا۔“

یہ روزہ دار کیلئے کتنا بڑا منصب اور اعزاز ہے۔ صحیح بخاری و مسلم، سنن اربعہ اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک ارشادِ نبوی صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہے:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» [۱۴]

”جس نے اللہ تعالیٰ (اور روزے کی فرضیت) پر ایمان رکھتے ہوئے اور خالص رضائے الہی کی خاطر رمضان شریف کے روزے رکھے، اس کے سابقہ تمام گناہ معاف ہو گئے۔“

جبکہ سنن نسائی و مسند احمد اور حلیۃ الاولیاء ابو نعیم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور مسند احمد میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ رسالت مآب صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہے:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ» [۱۵]

”جس نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اسی کی رضا جوئی کیلئے رمضان المبارک کے روزے رکھے اس کے سابقہ اور آئندہ تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔“

اندازہ فرمائیں کہ بندہ مؤمن کو بھلا اور کیا چاہیے؟

(۶) ابلیس اور جہنم کے سامنے ڈھال:

صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد و ترمذی اور نسائی شریف میں نبی کریم صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے مروی ارشاد ہے:

[۱۴] ریاض الصالحین، ص: ۴۷۹، صحیح الجامع: ۳/۵/۳۰۹

[۱۵] صحیح الجامع ایضاً

”الصَّوْمُ جُنَّةٌ“ [۱۶]۔ ”روزہ ڈھال ہے“۔

نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، ابن خذیمہ، مسند احمد اور معجم طبرانی کبیر میں نبی ﷺ سے مروی ارشاد ہے:

”الصَّوْمُ جُنَّةٌ، يَسْتَجِنُّ بِهَا الْعَبْدُ مِنَ النَّارِ“ [۱۷]۔

”روزہ ڈھال ہے۔ اللہ کا بندہ ان کے ذریعے نارِ جہنم سے اپنا بچاؤ کرتا ہے“۔

ان ہر دو احادیث کا مفہوم یہ ہوا کہ اس دنیا کی عملی زندگی میں تو روزہ مسلمانوں کو اپنے ازلی دشمن ابلیس لعین سے بچاؤ کیلئے ڈھال کا کام دیتا ہے، اور گناہوں سے بچاتا ہے، جبکہ اخروی زندگی میں روزہ آگ کے سامنے ڈھال کا کام دے گا اور روزہ دار کو جہنم سے بچائے گا۔

(۷) منہ کی بو:

بخاری و مسلم ابو داؤد و ترمذی اور نسائی والی حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے:

”وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفٌ فِيمَ الصَّائِمِ، أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمَسْكِ“ [۱۸]۔

”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، روزے دار کے منہ کی بو (وہ ناگوار سی ہو جو معدہ کے خالی رہنے اور منہ بند ہونے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے) اللہ تعالیٰ کو کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے“۔

بتائیے! اس سے بڑھ کر اور اعزاز کیا ہو گا کہ وہ ناگوار سی ہو بلکہ بدبو جو خود روزہ دار کو بھی

[۱۶] صحیح الجامع: ۲/۴/۱۱۹۔

[۱۷] صحیح الجامع: ۲/۴/۱۱۴، حدیث نمبر: ۳۸۶۷، صحیح الترغیب: ۹۷۰۔

[۱۸] ریاض الصالحین، ص: ۴۷۸، صحیح الجامع: ۲/۴/۱۱۹۔

پسند نہیں ہوتی، اسے اللہ رب العزت اس شرف سے نواز دیتا ہے کہ کستوری بھی اس کے سامنے کیا چیز ہے؟ اور یہ اس ہو ا کا کوئی کمال نہیں بلکہ اس ہو ا کی پسندیدگی تو دراصل اس بندے کی ادا کی پسندیدگی ہے کہ وہ میرے حکم کی تعمیل میں اپنے معدے اور پیٹ کو خالی رکھے ہوئے ہے، اور دہن بندی کا یہ عالم ہے کہ مرغوب سے مرغوب چیز اور مشروب کو بھی وہ کام و دہن کے قریب نہیں آنے دے رہا، اس اعزاز و شرف کی وجہ دراصل یہی تعمیل ارشاد کی محبوب ادا ہے۔

### ۸) دوہری فرحت و مسرت اور دیدارِ الہی:

اسی مذکورہ سابقہ حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ کے یہ الفاظ بھی ہیں:

«لِلصَّائِمِ فَرَحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهِ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ» (وَفِي رَوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ): «وَفَرَحَهُ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ».<sup>[۱۹]</sup>

”روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں: جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو ایک خوشی اسے افطار کی ہوتی ہے، اور دوسری جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزہ (کا ثواب) دیکھ کر خوش ہوگا۔“ (صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے): ”اور ایک فرحت اسے اپنے پروردگار سے ملاقات کے موقع پر ملتی ہے۔“

دیدارِ الہی..... روزہ داروں کا مقدر..... اللہ اللہ

ع کس کرم کے ہیں یہ فیصلے

### ۹) مہمانِ خصوصی:

ہم اپنی اس دنیا میں دیکھ رہے ہیں کہ جب حکومت کا کوئی خصوصی مہمان ایئر پورٹ پر پہنچتا ہے تو اسے خصوصی مقام (وی آئی پی لاؤنج) میں ٹھہرایا جاتا ہے۔ اس کا ایئر پورٹ میں داخلہ اور خروج بھی خاص راستے (وی آئی پی گیٹ) سے ہوتا ہے، جہاں سے عام مسافرین کا گزر ممکن نہیں

[۱۹] حوالہ سابقہ۔

ہوتا۔ ایسے ہی قیامت کے دن روزہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے مہمانانِ خصوصی ہونے کا شرف و اعزاز حاصل ہوگا، اور جس مخصوص دروازے سے یہ ضیوف الرحمن یا مہمانانِ الہی جنت میں داخل ہوں گے، وہاں سے کسی دوسرے کا گزر ممکن نہیں ہوگا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، ترمذی و نسائی اور مسند احمد میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ: الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: أَيْنَ الصَّائِمُونَ؟ فَيَقُومُونَ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ»۔ [۲۰]

”جنت میں ایک دروازے کا نام ”باب الریان“ ہے، جس سے قیامت کے دن روزہ دار (جنت میں) داخل ہوں گے، اور ان کے سوا اس دروازے سے دوسرا کوئی داخل نہ ہونے پائے گا۔ کہا جائے گا: روزہ دار کہاں ہیں؟ وہ اٹھیں گے (اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے) اور دوسرا کوئی وہاں سے داخل نہ ہو سکے گا۔ اور جب وہاں داخل ہو جائیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، اور پھر اس سے کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔“

صحیحین میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَّةُ أَبْوَابٍ، مِنْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ»۔ [۲۱]

”جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ہی ایک کا نام ”الرّیان“ ہے، جس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہو سکیں گے۔“

[۲۰] صحیح الجامع: ۱/۲۱۹-۲۲۰۔ دریاہ الصالحین، ص: ۷۹-۸۰۔

[۲۱] بحوالہ مشکوٰۃ بتحقیق الالبانی: ۱/۶۱۰۔

(۱۰) روزہ داروں کیلئے خصوصی دروازہ (VIP Gate) اور مقام صدیق ﷺ:

جنت کے دروازوں کے بارے میں ہی بخاری و مسلم، ترمذی و نسائی اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے، جو قدرے طویل و تفصیلی ہے اور اس میں جنت کے دروازوں کے نام بھی بتائے گئے ہیں، مثلاً باب الصدقة، باب الصلوة، باب الجہاد اور باب الریان جو کہ روزہ داروں کے ساتھ خاص ہے۔ اس حدیث کے آخر میں یہ بھی مذکور ہے کہ (نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے مختلف اعمال پر مختلف دروازوں سے بلائے جانے کا ذکر سن کر) آپ ﷺ کے خلیفہ بلا فصل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (بندہ جنت میں داخل تو ظاہر ہے کہ ایک دروازے سے ہی ہو گا۔ لیکن):

«فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا؟»

”کیا کوئی ایسا (خوش نصیب و سعادت مند) بھی ہو گا جسے جنت کے سبھی دروازوں سے بلا یا جائے گا؟“

نبی ﷺ نے فرمایا: «نَعَمْ»، ”ہاں“ (کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے)

«وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ»۔<sup>[۲۲]</sup>

”مجھے امید ہے کہ تم انہی میں سے ہو گے۔“

سبحان اللہ! عظمتِ صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے دیگر بے شمار فضائل و مناقب کے علاوہ یہی مقام و مرتبہ کیا کم ہے کہ صحیحین میں مذکور اس ارشاد رسالت مآب ﷺ کی رو سے ان کے استقبال کیلئے باب الریان تو کیا جنت کے آٹھوں دروازے ہی کھول دیئے جائیں گے۔

کتاب و سنت میں مذکور فضائل و مناقبِ صدیق رضی اللہ عنہ کی قدرے تفصیل تو ہم نے اپنی ایک دوسری کتاب ”سیرت امام الانبیاء ﷺ“ کے حصہ دوم میں ذکر کر دی ہے۔ یہاں ہم صرف یہ

[۲۲] بخاری مع الفتح: ۳/۹۶، ریاض الصالحین، ص: ۷۹، صحیح الجامع: ۳/۵/۲۶۱۔

بات بطورِ خاص عرض کرنا چاہتے ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد اس صفحہ ہستی پر سب سے صحیح ترین کتاب صحیح بخاری اور ثنائی صحیحین مسلم شریف کی شانِ صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس ”متفق علیہ“ شہادتِ صدق و عدل کے باوجود بھی اگر کسی کی ایمانِ صدیق اور عظمتِ صدیق رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں تشفی نہ ہو اور وہ شک و شبہ میں مبتلا رہے، ان کی شان میں گستاخیاں کرے اور زبان درازی کرے، تو پھر اس کی شومی قسمت اور بد نصیبی بلکہ وہ اپنے ایمان کی فکر کرے۔

(۱۱) ابوابِ جنت و رحمت کا کھلنا:

ماہِ رمضان المبارک کے فضائل و برکات میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ اس ماہ کے دوران اللہ تعالیٰ جنت و رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، دارمی اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ، فَتُفْتَحَتِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ».

”جب ماہِ رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔“

بخاری و دارمی کے سوا دیگر کتب حدیث میں «فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ» کی بجائے

«فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ» ہے کہ ”جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔“

اور سنن نسائی کی ایک روایت میں ہے:

«فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ».<sup>[۲۳]</sup>

”رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔“

ان تینوں روایتوں میں محض لفظی فرق ہے ورنہ مفہوم و مطالب تینوں کا ایک ہی ہے۔ جس کی تفصیل تھوڑا آگے چل کر آنے والی ہے۔

[۲۳] صحیح الجامع: ۱/۱/۳۰۵، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۳/۲۹۲، مشکوٰۃ: ۱/۶۱۰، فتح الربانی ترتیب مسند احمد الشیبانی احمد عبد الرحمن البنا:

## (۱۲) ابوابِ جہنم اور شیاطین کا بند ہونا:

ماہِ رمضان المبارک کی ان برکات کے ساتھ ساتھ اسی حدیثِ سابقہ میں یہ بھی مذکور ہے:

«وَعُلِقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ (النَّارَ)، وَسُلْسِلَتِ (صُقِدَتِ) الشَّيَاطِينُ»۔<sup>[۲۴]</sup>

”اور (ماہِ رمضان المبارک میں) نارِ جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو بیڑیاں پہنا کر بند (پابندِ سلاسل) کر دیا جاتا ہے۔“

رمضان المبارک کی آمد پر آسمان، جنت یا رحمت کے دروازوں کا کھولا جانا، اور جہنم یا نارِ جہنم کے دروازوں کا بند کیا جانا، اور سرکش شیطانوں (ابلیس اور اس کے ساتھیوں) کا قید و بند کیا جانا، یہ سب اس ماہ کی فضیلت اور روزہ داروں کیلئے اللہ تعالیٰ کے احسانات اور نعمتیں ہیں۔

## بست و کشاد کی شرح و تفصیل:

جنت و رحمت یا آسمانوں کے دروازوں کے کھلنے اور ابوابِ جہنم اور شیاطین کے بند ہونے کا مفہوم یا اس بست و کشاد کا مطلب کیا ہے؟ اس سلسلے میں قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اس حدیث کے الفاظ کا ظاہری اور حقیقی معنی بھی مراد لیا جاسکتا ہے کہ واقعی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ سب اس ماہ مبارک کی عظمت و حرمت کیلئے ہے، اور شیطانوں کو اس لئے قید و بند میں ڈال دیا جاتا ہے تاکہ وہ (روزہ دار) مومنوں مسلمانوں کو ورغلا و بہکانہ سکیں، اور انہیں کوئی دینی ایذا نہ پہنچا سکیں۔ اور اس حقیقی معنی کی طرح ہی الفاظِ حدیث کا مجازی مفہوم بھی مراد ہو سکتا ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرتِ ثواب، عفو و کرم اور شیاطین کے بہت کم بہکانے کی طرف اشارہ ہے۔“

[۲۴] بحوالہ جات سابقہ۔

جبکہ معروف مفسر و محدث امام قرطبیؒ رمضان المبارک میں شیطانوں کے پابند سلاسل اور پابجولاں کیے جانے یعنی بیڑیاں پہنائے جانے کا معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”وہ ایسے روزہ داروں سے بند کر دیئے جاتے ہیں جو روزے کی شرائط اور اس کے آداب کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس ماہ میں شرّ شیطان کا وقوع کم سے کم ہو۔ اور یہ بات محسوس بھی کی جاسکتی ہے کہ اس ماہ مبارک میں واقعی دوسرے مہینوں کی نسبت شرّ کا وقوع بہت کم ہوتا ہے۔ اور شیاطین کو بند کر دیئے جانے سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ شرّ و معصیت یا نافرمانی قطعاً وقوع پذیر ہی نہ ہو، کیونکہ نافرمانیوں کے واقع ہونے کے اسباب شیطانوں کے علاوہ بعض دوسرے بھی ہیں، جیسے نفوس خبیثہ، عاداتِ قبیحہ اور شیاطینِ انس وغیرہ ہیں۔“

امام ابن العربی رحمہ اللہ نے بھی اسی سے ملتا جلتا مفہوم بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہاں حقیقی و مجازی دونوں معنی ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ اور دونوں میں ہی کوئی منافات و اختلاف نہیں ہے۔ [۲۵]

اہل علم نے شیاطین کے پابہ زنجیر کر دیئے جانے کے بارے میں جو فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو ورغلانے، بہکانے اور گناہ و معصیت میں مبتلا کرنے سے روک دیئے جاتے ہیں۔ اس بات کی تصدیق مشاہدے سے بھی ہوتی ہے کہ اس ماہ میں تمام مساجد بھری رہتی ہیں اور اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود وہ اپنی تنگ دامانی پر شکوہ کناں ہوتی ہیں۔ اور فسق و فجور، جور و جفا، مکرو فریب، کذب و دجل اور عیاشی و فحاشی جیسی تمام اخلاقی و سماجی اور معاشرتی و دینی برائیاں کم ہو جاتی ہیں۔

سوال:

کسی کے ذہن میں ایک سوال آسکتا ہے اور وہ پوچھ سکتا ہے کہ جب رمضان المبارک میں

[۲۵] مختصراً از بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی: ۹/۲۲۵-۲۲۷، طبع دار الشہاب، قاہرہ۔



شیاطین کو قید و بند میں جکڑ دیا جاتا ہے تو پھر پورا مہینہ کسی بھی برائی کا ظہور نہیں ہونا چاہیے، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں بھی کچھ بد بخت و کم نصیب لوگ بد کاریوں کے ارتکاب سے باز نہیں آتے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

**جواب:**

اس کا ایک جواب تو وہی ہے جو امام قرطبی رحمہ اللہ نے دیا ہے کہ نافرینوں اور برائیوں کے وقوع پذیر ہونے کے اسباب میں سے شیطانوں کے علاوہ بھی کچھ اشیاء ہیں، جیسے نفوسِ خبیثہ، عاداتِ قبیحہ اور شیاطینِ انس و غیرہ۔

جبکہ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ایسے لوگ رمضان المبارک میں بھی گناہوں اور برائیوں کا ارتکاب کرنے سے باز نہیں رہتے، وہ ایسے خفتہ بخت و بد نصیب ہوتے ہیں کہ برائی ان کی رگ رگ میں سما چکی ہوتی ہے اور وہ اس سے باز نہیں رہ سکتے، جیسے مار گزیدہ شخص ہے کہ سانپ کے ڈس جانے کے بعد بھی دیر تک اس کے زہر کے اثر سے درد محسوس کرتا رہتا ہے، اسی طرح ہی یہ لوگ شیطان گزیدہ روحوں کے مالک ہوتے ہیں اور سال بھر کے گناہوں کی کثرت سے ان کے دل زنگ آلود ہو جاتے ہیں، جیسا کہ سورۃ المطففین، آیت: ۱۴ میں ارشادِ الہی ہے:

﴿بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ﴾

”ان کے دلوں پر تو زنگ چڑھ چکا ہے۔“

ایسے لوگ رمضان وغیر رمضان، ہر ماہ میں ایک ہی ڈگر پر چلتے چلے جاتے ہیں، انہیں کسی شیطان کے بہکانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

یا پھر یوں سمجھیے کہ لوہے کے ایک ٹکڑے کو آگ میں تپاتے تپاتے انکارے کی طرح سرخ کر لیں، پھر اسے تھوڑی سی دیر کیلئے پانی میں ڈبو کر نکال لیں تو وہ گرم ہی نکلے گا (اگرچہ اس کی گرمی کا زور ٹوٹ ہی کیوں نہ گیا ہو)، ایسے ہی شیطان گزیدہ اور زنگ آلودہ روحمیں گیارہ ماہ کی تپش گناہ

سے تپتے تپتے انگارہ نمالوہے کے ٹکڑے جیسی ہو جاتی ہیں، اور نزولِ رحمت کے اس مہینے کی ٹھنڈک انہیں ٹھنڈا نہیں کر پاتی کہ برائی کرتے ہوئے اسے شرم دامن گیر ہو یا حجاب آئے، بلکہ وہ اپنی عادت کے ہاتھوں کھلونا بنے شرم و حیاء کے تمام پیمانوں کو پس پشت ڈالے رمضان المبارک میں بھی برائی کے ارتکاب سے باز نہیں آتے۔ **اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ.**

ایسے لوگوں کو دربارِ الہی کی چوکھٹ پر گر کر خلوصِ دل سے توبہ تائب ہو جانا چاہیے تاکہ ان کے دلوں کا زنگ دور ہو اور ان پر رحمتِ الہی کی بارش اثر انداز ہو۔ اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ» [۲۶]

”کسی گناہ سے توبہ کر لینے والا اس طرح ہو جاتا ہے کہ جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔“

(۱۳) ماہِ رمضان: ماہِ قرآن:

ماہِ رمضان المبارک کے فضائل و برکات کا تذکرہ اس وقت تک نامکمل رہتا ہے جب تک کہ ان میں اس بات کا ذکر نہ آجائے کہ اس ماہِ مبارک کو ہی یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اس میں قرآن کریم نازل ہوا، تو گویا یہ ماہِ رمضان، ماہِ قرآن بھی ہے کہ اسی ماہ کی ایک برکت و عزت اور قدر والی رات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دستورِ حیات، قرآن کریم کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا میں واقع بیتِ العزّة تک نازل فرمایا، اور پھر وہاں سے تیس (۲۳) سال کے دوران تھوڑا تھوڑا کر کے حسبِ موقع اور حسبِ ضرورت نبی ﷺ پر نازل کیا جاتا رہا۔ چنانچہ سورہٴ دخان، آیت: ۳ تا ۵ میں ارشادِ الہی ہے:

[۲۶] ابن ماجہ، معجم طبرانی کبیر، حلیۃ الاولیاء ابو نعیم، مسند الشہاب للقضاہی و تاریخ جرجان للہبھی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ، والمعرفۃ ابن مندہ، و حلیۃ الاولیاء ابو نعیم عن ابی سعید الانصاری رضی اللہ عنہ، و شعب الایمان بیہقی، تاریخ دمشق ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، حدیث کا اتنا ٹکڑا شواہد کی بناء پر حسن درجہ کا ہے، جیسا کہ شیخ البانی نے صحیح ابن ماجہ: ۲/۴۱۸، و صحیح الجامع: ۲/۳/۵۷، و سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ: ۲/۸۳ میں لکھا ہے۔

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْمُبْرَكَةِ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۝ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝  
أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝﴾

”ہم نے کتاب (قرآن کریم) کو ایک بڑی ہی خیر و برکت والی رات میں نازل کیا، اور ہم لوگوں کو متنبہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اسی رات میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ ہمارے حکم سے صادر کیا جاتا ہے۔“

(۱۴) حکیمانہ فیصلوں کی رات:

ان آیات کریمہ سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ پیدائش و اموات اور رزق وغیرہ کے فیصلے معروف بات کے مطابق ۱۵ شعبان (المعروف شبِ برات) کو نہیں ہوتے بلکہ رمضان المبارک کی اس بابرکت رات میں ہوتے ہیں جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے خود خیر و برکت والی رات قرار دیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ جو شخص فیصلوں والی اس رات کو ۱۵ شعبان کی رات کہے اس کا قول بعید از حقیقت ہے۔ [۲۷]

قاضی ابو بکر ابن العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”جمہور علماء کے نزدیک اس سے رمضان کی رات مراد ہے۔ پندرہ (۱۵) شعبان والا قول باطل ہے۔“ [۲۸]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی حکیمانہ فیصلوں کی رات، اسی رات کو قرار دیا ہے جس میں قرآن اتارا گیا تھا۔ [۲۹]

اس (پندرہویں شعبان کی) رات کو جو ”شبِ برات“ یا ”شبِ قدر“ کہا جاتا ہے، یہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ احادیثِ شریفہ اور فقہاء و محدثین کی تصریحات میں اس رات کے بارے میں شب

[۲۷] ابن کثیر مترجم اردو: ۶۷/۵، ترجمہ مولانا محمد ابراہیم جونا گڑھی۔

[۲۸] احکام القرآن: ۱۶۹/۴، طبع بیروت، والابداع فی مضار الابداع للشیخ علی محفوظ، ص: ۲۹۱، طبع و توزیع دار الإصلاح، دمام۔

[۲۹] حجتہ اللہ البالغہ مترجم اردو، ص: ۳۸۲، مترجم مولانا عبدالحق حقانی، طبع دارالاشاعت، کراچی۔

برات یا شبِ قدر کے الفاظ کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ اور نہ ہی آج تک عربوں میں یہ رات ایسے ناموں سے معروف ہے۔ یہ نام صرف برصغیر کی حد تک ہی ہیں۔ اور جن بعض روایات میں اس رات کا ذکر آیا ہے وہ بھی نصف شعبان کی رات کے حوالے سے آیا ہے۔ اور ویسے بھی شبِ قدر یا شبِ برات سے مراد دراصل وہ لیلۃ القدر ہی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کر کے اس امت کیلئے نظامِ زندگی مہیا کیا اور جادہٴ حق کی طرف راہنمائی فرمائی تھی، لہذا یہ تعین کرنا ہو گا کہ نزولِ قرآن کی رات کون سی ہے؟ اور اس کے ساتھ ہی شبِ قدر یا شبِ برات بھی طے ہو جائیگی کہ وہ کون سی ہے؟ قرآن کریم کس ماہ اور کس رات میں نازل کیا گیا تھا؟ اس رات کی صراحت خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ، آیت: ۱۸۵ میں ارشادِ الہی ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ  
وَالْفُرْقَانِ﴾

”رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو راہ بتلاتا ہے لوگوں کو اور اس میں کھلی دلیلیں ہیں ہدایت کی اور حق کو ناحق سے پہچاننے کی۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن کے مہینے کا تعین فرما دیا ہے جو کہ رمضان المبارک ہے۔ اور پھر یہ کس رات میں نازل کیا گیا؟ اس کا ذکر تیسویں پارے کی سورہ قدر میں موجود ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾

”ہم نے اسے شبِ قدر میں نازل کیا۔“

یہ شبِ قدر صحیح حدیث کی رو سے ماہِ رمضان المبارک کی آخری دس راتوں اور پھر ان میں سے بھی طاق راتوں یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ یا ۲۹ میں سے کوئی ایک رات ہے۔ [۳۰]

[۳۰] صحیح بخاری و مسلم بدون لفظ: الوتر، ترمذی، موطا مالک مرسلًا، بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ: ۱/۶۴۴ تحقیق الابانی ومع المراجعة: ۳/۳۰۲، طبع سانگلہ ہل۔

اور نزولِ قرآن کی رات کو سورہ دُخان کے شروع میں شبِ مبارک فرمایا گیا ہے جیسا کہ فرمانِ الہی ہے:

﴿حَمَّ ۙ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۙ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبْرَكَةٍ ۙ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۙ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۙ أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۙ﴾

”حاء، میم۔ قسم ہے اس کتابِ مبین کی، ہم نے اسے ایک مبارک رات میں نازل کیا۔ اور ہم لوگوں کو (اپنے عذاب کے بارے میں) متنبہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اسی میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ صادر کیا جاتا ہے ہمارے پاس سے حکم لے کر۔“

یعنی سال بھر میں جو بڑے بڑے کام سرانجام پانے ہوتے ہیں، ان کا آخری فیصلہ اللہ کے حکم سے کر دیا جاتا ہے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ پیدائش و اموات، خوشی و غم اور رزق و فقر کے جو بھی فیصلے ہوتے ہیں وہ اسی مبارک شب میں ہوتے ہیں جس میں قرآنِ کریم نازل ہوا۔ اور وہ شبِ مبارک، شبِ قدرِ رمضان میں ہے نہ کہ ماہِ شعبان میں۔ اور شبِ فارسی ترجمہ ہے لیلۃ کا اور قدر تو ہر دو زبان میں مشترک ہے۔ لہذا ”لیلۃ القدر“ کو فارسی میں ”شبِ قدر“ کہا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ نام اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات کو دیا ہے۔ البتہ سورہ دُخان کی مذکورہ آیت میں جو ”لَيْلَةِ مُبْرَكَةٍ“ کے الفاظ آئے ہیں، ان سے بعض لوگوں نے پندرہ شعبان کی رات مراد لی ہے۔ لہذا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ سورہ دُخان کی مذکورہ آیت کی تفسیر قدرے تفصیل سے ذکر کر دی جائے۔ چنانچہ معالم التنزیل المعروف تفسیر خازن میں ہے:

﴿قَالَ قَتَادَةُ وَابْنُ زَيْدٍ: هِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ أَنْزَلَ اللَّهُ الْقُرْآنَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾.

”حضرت قتادہ اور ابن زید رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ لیلۃ مبارک سے لیلۃ القدر مراد ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم نازل کیا۔“

اور آگے لکھا ہے:

(قَيْلٌ: هِيَ لَيْلَةُ النَّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ). [۳۱]

”یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد نصف شعبان کی رات ہے۔“

یہاں یہ بات یاد رہے کہ اہل علم کے نزدیک جو بات صحیح تر ہو پہلے اُسے معروف کے صیغے سے ذکر کر دیا جاتا ہے۔ اور جو غیر معتبر اقوال ہوں انہیں مجہول کے صیغہ ”قیل“ کے بعد لایا جاتا ہے جیسا کہ یہاں ہے، اور ایسے ہی دیگر مقامات اور دیگر مسائل میں بھی ہوتا ہے۔ لہذا یہ بات واضح ہو گئی کہ امام خازنؒ کے نزدیک حضرت قتادہ اور ابن زید رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہی زیادہ معتبر اور صحیح تر ہے۔ اور ان کے نزدیک یہاں لیلہ مبارکہ سے رمضان المبارک والی لیلۃ القدر ہی مراد ہے نہ کہ نصف شعبان والی رات، اور یہ دوسرا قول ضعیف اور مرجوح ہے۔

تفسیر جامع البیان میں جمہور اہل علم کا مسلک یہی ذکر کیا گیا ہے کہ اس سے مراد رمضان المبارک والی لیلۃ القدر ہے۔ البتہ مرجوح قول ذکر کرنے کے لئے یہ بھی لکھا ہے:

(وَعَنْ بَعْضٍ: هِيَ لَيْلَةُ النَّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ). [۳۲]

”بعض کے نزدیک اس سے نصف شعبان کی رات مراد ہے۔“

دوسری مختصر تفسیر جلالین میں تفسیر المدارک کے حوالے سے لکھا ہے:

(هِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ أَوْ لَيْلَةُ النَّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ). [۳۳]

”اس سے مراد رمضان المبارک والی لیلۃ القدر ہے یا پھر نصف شعبان والی رات۔“

اس سے آگے اس لیلۃ مبارکہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اس مبارک رات میں قرآن کریم

[۳۱] تفسیر خازن: ۵/۱۳۳۔

[۳۲] جامع البیان، ص: ۴۲۰۔

[۳۳] تفسیر جلالین، ص: ۶۵۶، طبع دار المعرفہ، بیروت۔

ساتویں آسمان (لوح محفوظ) سے آسمانِ دنیا پر نازل ہوا، اور پھر شعبان و رمضان کی دونوں راتوں کے بارے میں لکھا ہے:

(وَالْجَمُّهُورُ عَلَى الْأَوَّلِ). [۳۳]

”جمہور اہل علم کے نزدیک اس مبارک رات سے پہلی یعنی رمضان المبارک والی رات لیلۃ القدر مراد ہے۔“

معروف محدث و مجتہد اور مفسر قرآن امام شوکانی رحمہ اللہ اپنی تفسیر فتح القدر میں لکھتے ہیں:

(اللَّيْلَةُ الْمُبَارَكَةُ، لَيْلَةُ الْقَدْرِ، كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ وَهِيَ أَرْبَعَةٌ أَسْمَاءٌ: اللَّيْلَةُ الْمُبَارَكَةُ، وَلَيْلَةُ الْبَرَاءَةِ، وَلَيْلَةُ الصَّكِّ).

”لیلۃ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے جیسا کہ ارشادِ الہی ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ میں مذکور ہے۔ اور اس کے چار نام ہیں، یعنی لیلۃ مبارکہ، لیلۃ البراءۃ، لیلۃ الصک (یعنی اقرار نامہ کی رات) اور لیلۃ القدر۔“

آگے چل کر لکھتے ہیں:

”عکرمہ نے اس سے شعبان کی رات مراد لی ہے مگر حق یہ ہے کہ صحیح بات وہی ہے جو جمہور کا مسلک ہے کہ اس سے لیلۃ القدر ہی مراد ہے۔ کیونکہ یہاں تو اللہ تعالیٰ نے مجمل ذکر فرمایا ہے مگر سورۃ بقرہ کی آیت ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ میں واضح کر دیا ہے۔ اسی طرح سورۃ قدر ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ میں بھی وضاحت موجود ہے۔ اور اس واضح بیان کے بعد کوئی وجہ ہی باقی نہیں رہ جاتی کہ اختلاف کیا جائے۔ اور نہ ہی کسی شک و شبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے۔“ [۳۴]

[۳۳] فتح القدر شوکانی: ۴/۵۷۰، دار الفکر بیروت، تفسیر سورۃ البقرہ، آیت: ۱۸۵، سورۃ القدر۔

ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی ثابت ہے کہ اس رات سے رمضان المبارک والی لیلة القدر ہی مراد ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر المعروف تفسیر کبیر میں لیلہ مبارکہ سے لیلة القدر مراد ہونے کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے:

(أَلْقَابِلُونَ بِأَنَّ الْمُرَادَ مِنَ اللَّيْلَةِ الْمُبَارَكَةِ الْمَذْكُورَةِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ هِيَ لَيْلَةُ النَّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَمَا رَأَيْتَ لَهُمْ دَلِيلًا يُعَوَّلُ عَلَيْهِ). [۳۵]

”جو لوگ کہتے ہیں کہ (سورہ دخان کی) اس مذکورہ آیت میں لیلہ مبارکہ سے مراد نصف شعبان کی رات ہے، ان کے پاس کوئی قابل اعتماد دلیل نہیں ہے۔“

اسی طرح معروف محدث و مورخ اور معتبر مفسر امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں جمہور کے مسلک کی ہی تائید کی ہے کہ اس رات سے رمضان المبارک والی لیلة القدر ہی مراد ہے۔ اور اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

(مَنْ قَالَ أَنَّهَا لَيْلَةُ النَّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقَدْ أَبْعَدَ النَّجْعَةَ فَإِنَّ نَصَّ الْقُرْآنِ أَنَّهَا فِي رَمَضَانَ). [۳۶]

”جو شخص اس رات کو پندرہ شعبان کی رات کہے اس کی بات دور کی کوڑی یا بعید از حقیقت ہے کیونکہ نص قرآن سے ثابت ہے کہ وہ رات رمضان المبارک میں ہے۔“

قاضی ابو بکر ابن العربی، احکام القرآن میں رقمطراز ہیں:

[۳۵] تفسیر کبیر امام رازی، طبع بیروت۔

[۳۶] مختصر تفسیر ابن کثیر للرفاعی: ۱۹/۳، طبع اول۔



جَمْهُورُ الْعُلَمَاءِ عَلَى أَنَّهَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ، وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ: إِنَّهَا لَيْلَةُ  
التَّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَهُوَ بَاطِلٌ، لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ فِي كِتَابِهِ  
الصَّادِقِ الْقَاطِعِ ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ فَنَصَّ عَلَى أَنَّ  
مِيقَاتِ نُزُولِهِ رَمَضَانَ، ثُمَّ عَنِ زَمَانِيَةِ اللَّيْلِ هُنَا بِقَوْلِهِ ﴿فِي لَيْلَةٍ  
مُبْرَكَةٍ﴾ وَلَيْسَ فِي لَيْلَةِ التَّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ حَدِيثٌ يُعَوَّلُ عَلَيْهِ  
لَا فِي فَضْلِهَا وَلَا فِي نَسْخِ الْأَجَالِ فِيهَا فَلَا تَلَفِتُوا إِلَيْهَا. [۳۷]

”جمہور علماء کے نزدیک اس سے رمضان کی لیلۃ القدر ہی مراد ہے۔ اور پندرہ  
شعبان والا قول باطل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صادق اور قاطع نزاع کتاب  
(قرآن کریم) میں فرمایا ہے: ”رمضان المبارک ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن  
نازل کیا گیا“، اس طرح اللہ تعالیٰ نے نص مہیا فرمادی کہ نزول قرآن کا مہینہ، ماہ  
رمضان ہے۔ پھر یہاں اُس کے وقت کو ان الفاظ میں تعبیر فرمایا: ”اس مبارک  
رات میں“۔ اور نصف شعبان والی رات کی فضیلت اور نسخِ آجال (اموات) کے  
بارے میں کوئی قابلِ اعتبار اور قابلِ اعتماد حدیث نہیں ہے۔“

ان تفسیری حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سورہ دخان کی آیت: ۳ میں مذکورہ رات،  
رمضان المبارک والی لیلۃ القدر ہے، نہ کہ شعبان والی رات۔

تفسیری کتب کی طرح ہی شروح حدیث میں بھی یہی بات کہی گئی ہے، مثلاً: معروف حنفی  
محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

”بعض اسلاف کا خیال ہے کہ لیلۃ مبارکہ سے مراد نصف شعبان کی رات ہے،  
لیکن یہ قول نصوص قرآن کے مخالف ہے، کیونکہ قرآن کا نزول رمضان میں لیلۃ

[۳۷] احکام القرآن ابن العربی: ۳/۱۶۹، طبع دار المعرفہ، بیروت، الابداغ، ص: ۲۹۱، وفوائد سلفیہ (اشرف الحواشی) مولانا محمد عبدہ  
الفلاح، طبع لاہور۔

القدر میں ہوا ہے۔ لہذا لیلہ مبارکہ سے بھی لیلۃ القدر ہی مراد ہے۔ اس طرح اس آیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔“ [۳۸]

جبکہ محدث برصغیر علامہ عبدالرحمن مبارکپوری تحفۃ الاحوذی شرح سنن ترمذی میں رقمطراز ہیں:

”بے شک آیت ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبْرَكَةٍ﴾ میں لیلہ مبارکہ سے مراد، جمہور اہل علم کے نزدیک (رمضان المبارک کے آخری عشرہ والی) لیلۃ القدر ہے۔ بعض اسے نصف شعبان کی رات سمجھتے ہیں، مگر جمہور کا مسلک ہی صحیح ہے۔“ [۳۹]

اس موضوع کی مذکورہ تفصیل ہماری کتاب ”قبولیت عمل کی شرائط“، ص: ۳۰۹-۳۱۶ پر ”شب قدر، شب براءت، شب نصف شعبان“ کے زیر عنوان بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

(۱۵) لیلۃ القدر کی فضیلت؛ ہزار ماہ سے زیادہ اجر و ثواب:

رمضان المبارک کی جس رات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا، اسے اللہ تعالیٰ نے تیسویں پارے کی سورہ قدر میں لیلۃ القدر (قدر والی رات) قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد الہی ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۗ لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَحَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۗ تَنزِيلُ الْمَلَكِ ۚ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۗ سَلَّمَ ۗ هِيَ حَتَّىٰ مَطَلَعِ الْفَجْرِ ۗ﴾ [سورۃ القدر: ۵ تا ۱۱]

”ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا، آپ کیا جانیں کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ فرشتے اور روح (الامین جبرائیل) اس میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں، وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوع فجر تک۔“

[۳۸] بحوالہ تحفۃ الاحوذی: ۳/۲۴۲۔

[۳۹] حوالہ سابقہ۔

اس سورت میں نزولِ قرآن کی رات اور اس کے فضائل و برکات ذکر فرمائے گئے ہیں اور قرآن کے اس رات میں نازل کیئے گئے ہونے کی وجہ سے اس رات کو یہ مقام حاصل ہو گیا ہے کہ اس ایک رات کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینے (تراسی سال اور چار ماہ) کی عبادت کے ثواب سے زیادہ ہے۔

اس رات کی تلاش اور اس میں عبادت کر کے ہزار ماہ سے زیادہ کا اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے نبی اکرم ﷺ نے ”اعتکاف“ کیا اور اپنی امت کے لئے اسے مشروعیت کا درجہ بخشا جس کے بارے میں یہاں ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ رات چونکہ رمضان شریف کے آخری عشرہ (دس دنوں) میں سے ایک ہے، لہذا آپ ﷺ اس رات نہ صرف یہ کہ خود عبادت کیلئے کمر بستہ ہو جاتے بلکہ اپنے اہل خانہ کو بھی اس کی ترغیب دلاتے اور جگاتے تاکہ وہ بھی اس سعادت کو سمیٹ سکیں۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

«كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ، شَدَّ مِئْزَرَهُ، وَأَحْيَا لَيْلَهُ، وَأَيَّقُظَ أَهْلَهُ.» [۳۰]

”جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ داخل ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کمر بستہ اور چاک و چوبند ہو جاتے اور شب زندہ داری (قیام اللیل) فرماتے اور اپنے اہل خانہ کو بھی جگالیتے تھے۔“

جبکہ صحیح مسلم و ترمذی اور مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

«كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ، مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ.» [۳۱]

[۳۰] بحوالہ صحیح الجامع: ۲/۴/۲۱۷، مشکوٰۃ: ۱/۶۳۵۔

[۳۱] صحیح الجامع: ۲/۴/۲۵۶، مشکوٰۃ: ۱/۶۳۵۔

”نبی ﷺ عبادتِ الہی میں جتنی محنت (رمضان المبارک کے) آخری عشرہ میں کیا کرتے تھے، اتنی دوسرے ایام میں سے کسی میں نہیں کیا کرتے تھے۔“

لیلة القدر کی عدم تعیین:

اس رات کو آخری عشرہ کی چند راتوں میں بطور خاص تلاش کرنے کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا ہے لیکن کسی ایک رات کی تعیین نہیں فرمائی، چنانچہ ابو داؤد، مسند احمد اور معجم طبرانی میں حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«تَحْرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ»۔<sup>[۴۲]</sup>

”لیلة القدر کو تیسویں رات میں تلاش کرو۔“

صحیح بخاری و مسلم، ابو داؤد و مسند احمد، موطا مالک اور حلیۃ الاولیاء ابو نعیم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«تَحْرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْاٰخِرِ»۔<sup>[۴۳]</sup>

”لیلة القدر کو آخری سات راتوں میں تلاش کرو۔“

ابو داؤد، مسند احمد اور مسند طیالسی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«تَحْرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ، فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّبَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي لَيْلَةِ سَبْعٍ

وَعِشْرِينَ»۔<sup>[۴۴]</sup>

”لیلة القدر کو تلاش کرو۔ اور جو اسے تلاش کرنا چاہے اسے چاہیے کہ ستائیسویں

رات میں تلاش کرے۔“

[۴۲] بحوالہ مشکوٰۃ: ۱/۶۴۵، و صحیح الجامع: ۲/۳۶۳۔

[۴۳] صحیح الجامع: ۲/۳۶۳۔

[۴۴] حوالہ سابقہ، ص: ۳۵، و مشکوٰۃ: ۱/۶۴۴، و الصحیح: ۳/۴۵۵۔

## فضائلِ رمضان و روزہ :

لیکن اس سلسلہ میں صحیح اور ساتھ ہی بنی بر احتیاط حدیث وہ ہے جو کہ صحیح بخاری و مسلم، ترمذی اور مسند احمد میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

«تَحْرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوَتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَّخِرِ مِنْ رَمَضَانَ»۔<sup>[۳۵]</sup>  
 ”للیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں (۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹) میں تلاش کرو۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری و ابوداؤد اور مسند احمد میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الْتِمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَّخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، لَيْلَةَ الْقَدْرِ: فِي تَاسِعَةٍ تَبَقَى، فِي سَابِعَةٍ تَبَقَى، فِي خَامِسَةٍ تَبَقَى»۔<sup>[۳۶]</sup>  
 ”اس رات کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو، لیلۃ القدر اکیسویں (۲۱) تیسویں (۲۳) یا پچیسویں (۲۵) رات ہے۔“

مجمع طبرانی، مسند احمد اور المختارۃ للضیاء میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الْتِمِسُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَإِنَّي قَدْ رَأَيْتُهَا فَتَسِيَّتُهَا»۔<sup>[۳۷]</sup>  
 ”لیلۃ القدر کو آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ میں نے وہ رات دیکھی مگر پھر بھول گیا۔“

[۳۵] صحیح الجامع، ص: ۳۶، مشکوٰۃ: ۱/۶۳۴۔

[۳۶] مشکوٰۃ: ۱/۶۳۴، صحیح الجامع: ۱/۱/۳۹۳۔

[۳۷] بحوالہ صحیح الجامع: ۱/۱/۳۹۳۔

صحیح ابن خذیمہ اور قیام اللیل مروزی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الْتَمِسُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ آخِرَ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ»۔ [۴۸]

”لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری رات میں تلاش کرو۔“

مجم طبرانی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«الْتَمِسُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ»۔ [۴۹]

”لیلۃ القدر کو رمضان کی ستائیسویں رات میں تلاش کرو۔“

صحیح مسلم و ابوداؤد، مسند احمد و طیالسی اور سنن کبریٰ بیہقی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، الْتَمِسُوهَا فِي تَاسِعَةِ  
وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ»۔ [۵۰]

”اسے رمضان کے آخری عشرے میں اور اس کی بھی نویں، ساتویں اور پانچویں راتوں میں تلاش کرو۔“

صحیح مسلم و ابوداؤد (۱۲۵۲) میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نویں، ساتویں اور پانچویں راتوں کی وضاحت بھی کی ہے کہ ان سے مراد اکیسویں، تیسویں اور پچیسویں راتیں ہیں [سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۳/۲۵۶]۔ اور یہی مفہوم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک سابقہ حدیث کا ہے، اور ایسی ہی ایک حدیث ترمذی، مسند احمد، مستدرک حاکم، صحیح ابن حبان اور شعب الایمان بیہقی

[۴۸] صحیح الجامع: ۱/۱: ۳۹۳/۱، والصحیحہ: ۳/۲۵۷-۲۵۸۔

[۴۹] صحیح الجامع: ۱/۱: ۳۹۳۔

[۵۰] الصحیحہ: ۳/۲۵۶، و صحیح الجامع: ۱/۱: ۳۹۳۔

میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«الْتِمْسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ: فِي تِسْعِ تَبَقَيْنَ، أَوْ سَبْعِ تَبَقَيْنَ، أَوْ خَمْسِ تَبَقَيْنَ، أَوْ ثَلَاثِ تَبَقَيْنَ، أَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ».<sup>[۵۱]</sup>

”اسے رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ اکیسویں، تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں یا آخری (انتیسویں) رات میں۔“

صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد و ابن ماجہ، بیہقی اور مسند احمد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رمضان کے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا۔ پھر ایک چھوٹے سے قبے میں دوسرے عشرے کا اعتکاف فرمایا، پھر آپ ﷺ نے سراقہ کو باہر نکالا اور فرمایا:

«إِنِّي أَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ أَلْتِمِسُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ أَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ، ثُمَّ أَتَيْتُ فَقِيلَ لِي: إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ، فَمَنْ كَانَ إِعْتَكَفَ مَعِيَ، فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْآخِرِ، وَقَدْ أُرِيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ أُنْسِيَتْهَا. فَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ مِنْ صَبِيحَتِهَا، فَالْتِمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ، وَالْتِمِسُوهَا فِي كُلِّ وَتْرٍ».

”میں نے لیلۃ القدر کی تلاش میں رمضان کے عشرہ اول کا اعتکاف کیا، پھر عشرہ اوسط کا اعتکاف کیا۔ پھر (ہاتفِ غیب کی طرف سے) مجھے کہا گیا کہ وہ رات آخری عشرہ میں ہے۔ لہذا جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے وہ آخری عشرہ میں کرے، مجھے یہ رات دکھائی گئی اور پھر بھلا دی گئی۔ اس رات کی صبح کو میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ میں پانی اور مٹی پر سجدہ کر رہا ہوں۔ تم اس رات کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔“

[۵۱] صحیح الجامع: ۱/۱۰۱/۳۹۳، مشکوٰۃ: ۱/۶۳۶۔

آگے راوی حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”اس رات بارش ہوئی اور مسجد کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی، لہذا بارش کا پانی مسجد میں ٹپکتا رہا۔ اور میں نے اپنی ان دونوں آنکھوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اکیسویں رات کی صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر پانی اور مٹی (گارے) کے آثار نمایاں تھے۔ (یعنی گیلی جگہ پر سجدہ کرنے کی وجہ سے پیشانی پر مٹی لگی ہوئی تھی)۔“ [۵۲]

اس حدیث شریف میں لیلۃ القدر کے اکیسویں رات ہونے کا تذکرہ ہے، جبکہ صحیح مسلم و ابو داؤد، ترمذی و نسائی، دارقطنی اور مسند حمیدی میں حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا اور کہا کہ تمہارے بھائی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ جو شخص سال بھر کی ہر رات کو قیام کرے وہ لیلۃ القدر کو پالے گا۔ تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ ان پر رحم فرمائے، انہیں یہ تو معلوم ہے کہ یہ رات رمضان میں اور رمضان کے بھی آخری عشرہ میں بلکہ ستائیسویں رات ہے۔ لیکن وہ چاہتے ہیں کہ لوگ (یہ جان لینے کے بعد) کہیں اسی پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائیں (لہذا سال بھر کے قیام اللیل کا مشورہ دیتے ہیں)، اور پھر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بلا استثناء (یقینی انداز سے، ان شاء اللہ کے بغیر) حلفیہ (قسم کھا کر) کہا کہ وہ رات رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ اس پر زر بن حبیش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا: اے ابو منذر! یہ بات آپ اتنے یقین کے ساتھ کیسے کہہ رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

«بِالْعَلَامَةِ أَوْ بِالْآيَةِ الَّتِي أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، أَنَّهَا تَطْلُعُ

السَّمْسُ يَوْمَئِذٍ لَا شُعَاعَ لَهَا»۔ [۵۳]

”اس علامت یا نشانی کی بناء پر کہ جو ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے کہ اس رات کے بعد صبح کو جب سورج نکلتا ہے تو اس کی شعاعیں (کرنیں) نہیں ہوتیں۔“

[۵۲] مشکوٰۃ: ۱/۶۴۴-۶۴۵، ومع المرعاة: ۴/۳۰۳-۳۰۵۔

[۵۳] مشکوٰۃ: ۱/۶۴۵، ومع المرعاة: ۴/۳۰۵-۳۰۶۔



یہ مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث ہیں جن میں سے بعض میں اکیسویں رات کو، بعض میں تیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں رات کو اور بعض میں انتیسویں رات کو لیلۃ القدر قرار دیا گیا ہے، لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ اَحوط (سب سے زیادہ مبنی بر احتیاط) عمل یہ ہے کہ آخری عشرے کی سبھی راتوں میں قیام کیا جائے، ورنہ کم از کم طاق راتوں میں، اور ان پانچ طاق راتوں میں سے ہی ایک وہ رات ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لیلۃ القدر کو دو قسموں میں تقسیم کر کے بتایا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے جس میں امورِ حکیمہ کی تقسیم ہوتی ہے اور اسی میں قرآن اُترتا تھا، جبکہ دوسری وہ رات ہے جس میں روحانیت کا عالم کے اندر پھیلاؤ ہوتا ہے۔<sup>[۵۴]</sup>

### شبِ نزولِ قرآن کی دعاء:

یہیں اس بات کی وضاحت بھی کر دیں کہ اگر کسی خوش نصیب کو رمضان شریف میں قیام اللیل یا ذکر و تلاوت کے دوران علم ہو جائے کہ یہی رات ”لیلۃ القدر“ ہے تو اسے چاہیے کہ بکثرت یہ دعاء کرے:

«اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفْوٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي».

”اے اللہ! تو بڑا عفو و کرم اور معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو محبوب رکھتا ہے، مجھے بھی معاف فرمادے۔“

کیونکہ ترمذی، نسائی (فی السنن الکبریٰ)، ابن ماجہ، مسند احمد و بزار اور مستدرک حاکم میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

«يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنْ عَلِمْتُ أَيْ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ، مَا أَقُولُ فِيهَا؟».

”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے علم ہو جائے کہ کون سی رات لیلۃ القدر ہے تو میں کیا دعاء کروں؟“

[۵۴] حجة اللہ البالغہ مترجم اردو، ص: ۳۸۲۔

اس پر آپ ﷺ نے انہیں یہ دعاء سکھائی تھی۔ [۵۵]

اخفاء لیلۃ القدر کی حکمت و مصلحت:

صحیح مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی اور مسند احمد کی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«فَقَدْ أُرِيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا»۔ [۵۶]

”مجھے یہ رات بتائی گئی تھی (کہ کون سی ہے) پھر بھلا دی گئی۔“

اب سوال یہ ہے کہ جب اس رات کی تعیین کر دی گئی اور بتا دیا گیا کہ وہ رات فلاں ہے تو پھر آپ ﷺ کو اس کے بھلا دیئے جانے میں آخر کیا حکمتِ الہی پہنچا تھی؟ اور اس میں اللہ والوں کی کیا مصلحت پوشیدہ تھی؟

اس کا جواب اشارۃً خود نبی ﷺ کے ایک ارشاد میں موجود ہے کہ اس کا بھلا دیا جانا ہی مسلمانوں کیلئے بہتر تھا جب کہ خیر و بھلائی اور بہتری سے بڑھ کر کوئی اور مصلحت کیا ہو سکتی ہے؟ چنانچہ بخاری شریف، دارمی، بیہقی، مسند احمد اور موطا مالک (وَلَكِنْ عَنْ أَنَسٍ وَصَوَّبَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ إِثْبَاتَ عِبَادَةِ) میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاخِي رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ: خَرَجْتُ لِأُخْبِرْكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاخِي فُلَانٌ وَفُلَانٌ، فَرَفَعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ، فَالْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ، وَالسَّابِعَةِ، وَالْحَامِسَةِ»۔ [۵۷]

[۵۵] مشکوٰۃ: ۱/۶۳۶، مع المراجعة: ۳/۳۰۷۔

[۵۶] بحوالہ مشکوٰۃ: ۱/۶۳۵، مع المراجعة: ۳/۳۰۳-۳۰۵۔

[۵۷] مشکوٰۃ: ۱/۶۳۷، مع المراجعة: ۳/۳۰۸-۳۰۹۔

”نبی ﷺ ایک رات ہمیں لیلۃ القدر کی خبر دینے کیلئے (گھر سے باہر) تشریف لائے۔ اس وقت دو مسلمانوں کا آپس میں (کسی بات پر) جھگڑا ہو گیا (آپ ﷺ انہیں روکنے میں لگ گئے، اور پھر) فرمایا: ”میں نکلا تو تھا تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے، مگر فلاں فلاں آدمی جھگڑ پڑے، تو اس رات کی تعیین اٹھالی گئی۔ اور اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ اسے تم (آخری عشرے کی) نویں، ساتویں اور پانچویں راتوں میں تلاش کرو۔“

اس حدیث سے لیلۃ القدر کی تعیین کے رفع ہو جانے کی حکمت و مصلحت کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا باہم لڑنا جھگڑنا اس قدر منحوس فعل ہے کہ اس کی نحوست کے نتیجہ میں اتنی مبارک رات کی تعیین رفع کر دی گئی۔

رفع تعیین کی حکمت بیان کرتے ہوئے محدثِ عصر علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں لکھتے ہیں:

”حافظ ابن حجر عسقلانی کے بقول اہل علم کا کہنا ہے کہ اس رات کی تعیین کے انشاء میں یہ حکمتِ الہی کار فرما ہے کہ اس طرح لوگ زیادہ سے زیادہ عبادت اور قیام اللیل میں کوشاں رہیں گے۔ اور اگر تعیین کر دی جاتی تو لوگ صرف اسی ایک رات کے قیام و عبادت پر اکتفاء کر لیا کرتے۔ اور امام رازی سے نقل کرتے ہوئے چار حکمتیں ذکر کی ہیں:

### پہلی حکمت:

اللہ نے اس رات کو کئی حکمتوں کی بناء پر لوگوں سے مخفی رکھا، جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے اسے بھی اسی طرح مخفی رکھا جس طرح دیگر اشیاء کو مخفی رکھا ہوا ہے، جیسا کہ اپنی رضاء کو تمام امورِ اطاعت میں مخفی رکھا تاکہ لوگ تمام عبادات میں برضاء و رغبت کوشاں رہیں اور اس نے اپنی ناراضگی کو گناہوں میں مخفی کر رکھا ہے تاکہ لوگ تمام ہی گناہوں سے احتراز کریں۔ ایسے ہی اس

رات کو بھی پوشیدہ رکھتا کہ لوگ رمضان کی تمام راتوں میں بکثرت عبادت کیا کریں۔

### دوسری حکمت:

اس رات کو مخفی رکھنے کی دوسری حکمت یہ تھی کہ اگر یہ رات متعین کر دی جاتی تو جن کی شقاوت و بد بختی غالب آجاتی اور وہ اس رات میں بھی گناہ کر بیٹھتے تو ان کے گناہ کی قباحت و شاعت بھی ہزاروں گناہی بڑھ جاتی جیسے کہ ثواب بڑھ جاتا ہے۔

### تیسری حکمت:

اس رات کو پردہٴ اخفاء میں رکھنے کی تیسری حکمت یہ ہے کہ یہ رات اس لئے پوشیدہ رکھی گئی تاکہ لوگ اس کی تلاش و طلب میں بکثرت کوشش کریں اور زیادہ ثواب کمائیں۔

### چوتھی حکمت:

اس رات کی عدم تعین کی چوتھی حکمت یہ ہے کہ جب بندے کو کسی رات کے لیلۃ القدر ہونے کا یقین نہ ہو تو وہ رمضان کی تمام راتوں میں زیادہ سے زیادہ محنت و عبادت کرتا ہے اور اللہ اپنے فرشتوں کے سامنے فخر یہ کہتا ہے کہ تم کہتے تھے کہ یہ انسان دنیا میں فساد کریں گے، خون ریزیاں کریں گے، لیکن دیکھو کہ محض ایک ظنی رات کا ثواب پانے کیلئے ان کی یہ تگ و دو ہے اور اگر انہیں معلوم ہو جاتا کہ وہ رات کون سی ہے تو سوچ سکتے ہو کہ تب اس رات کی عبادت کے سلسلے میں میرے بندوں کا عالم کیا ہوتا؟ [۵۸]

### نزول قرآن کی کیفیت:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نزول قرآن کی کیفیت بھی واضح کر دی جائے۔ چنانچہ امام زرکشی رحمہ اللہ نے ”البرہان فی علوم القرآن“ میں، اور سید قطب شہید رحمہ اللہ نے ”فی ظلال

[۵۸] بحوالہ المرعاۃ شرح مشکوٰۃ: ۳/۳۰۱-۳۰۲-۳

القرآن“، ”لمحات فی علوم القرآن“ اور ”دراسات قرآنیہ“ میں اور دیگر اہل علم نے اپنی کتب میں نزولِ قرآن کی کیفیت اور ایسے تدریجی نزول کی حکمتوں کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے یکبارگی نبی ﷺ پر نازل نہیں فرمادیا تھا بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے پورے تیس سالہ دورِ نبوت میں اس کا نزول مکمل ہوا تھا۔ یہاں یہ بات بھی ذکر کر دیں کہ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے نزولِ قرآن کی کیفیت کے بارے میں تین اقوال ذکر کیے ہیں:

(۱) لوح محفوظ سے یکبارگی آسمانِ دنیا کے بیت العزت تک نازل کیا گیا۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(۲) ماہِ رمضان میں اس کے نازل کیے جانے کا معنی یہ ہے کہ صیامِ رمضان کی غرض کیلئے اسے ماہِ رمضان میں نازل کیا گیا۔ یہ قول امام مجاہد اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہما سے مروی ہے۔

(۳) ماہِ رمضان میں نبی ﷺ پر نزولِ قرآن کی ابتداء ہوئی۔ یہ ابن اسحاق اور ابو سلیمان دمشقی رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے۔

شیخ عبد اللہ بن زید آل محمود رحمہ اللہ (رئیس المحاکم الشرعیہ والشؤون الدینیہ، قطر) نے اپنے رسالے ”کتاب الصیام وفضل شہر رمضان“ میں اسی آخر الذکر قول کو صحیح قرار دیا ہے، اور شیخ محمد عبده (شیخ الازہر) اور ان کے شاگرد رشید علامہ محمد رشید رضا مصری سے بھی اسی قول کے صحیح ہونے کی تائید نقل کی ہے۔ اس قول کے صحیح ہونے کی توجیہات اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے اختلاف کی وجوہات بھی ذکر کی ہیں، مثلاً:

(۱) یہ بات یقینی ہے کہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا ہے۔

(۲) لفظ ”قرآن“ کا اطلاق کبھی پورے قرآن پر ہوتا ہے اور کبھی اس کے بعض اجزاء مراد ہوتے ہیں۔

(۳) اگر یہ مان لیں کہ قرآن ماہِ رمضان میں لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا (بیت العزت) تک

یکبارگی نازل کیا گیا اور پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا تو یہ تفسیر قرآن کے ظاہری الفاظ کے خلاف ہے، کیونکہ ارشادِ الہی تو یہ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾

”رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔“

اور یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ قرآن تو ابھی آسمان پر ہو، نازل نہ ہو اور کہا جائے کہ ہم نے آپ پر نازل کر دیا ہے؟ اور بیت العزت کے واسطے سے قرآن کے نزول کو ماننے سے قرآن کو مخلوق قرار دینے والوں کو تقویت پہنچتی ہے حالانکہ ان کا خلق قرآن کا قول کتاب و سنت اور اجماع امت کی رو سے باطل ہے۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ان کا اپنا اجتہاد ہے، جس پر بہر صورت انہیں اجر ملے گا۔ اور چونکہ انہوں نے اپنی تائید میں کوئی مرفوع حدیث ذکر نہیں کی اور یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں کہ جس میں اجتہاد کی گنجائش و مجال نہ ہو۔ لہذا ان کے اجتہاد پر مبنی ان کی یہ رائے واجب القبول نہیں ہے۔

(۵) ان کے بعض تفسیری اقوال سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، امام مجاہد اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما کا اختلاف کرنا ثابت ہے جبکہ بالاتفاق وہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے علم تفسیر کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے:

(كَانَ يَنْظُرُ إِلَى الْغَيْبِ عَنْ سِتْرِ رَقِيقٍ)

”گو یا وہ باریک پردے سے غیب کی طرف دیکھتے ہیں۔“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے یہ دعاء فرمائی تھی:

«اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَعَلِّمَهُ التَّأْوِيلَ»

”اے اللہ! انہیں دین کی سمجھ اور قرآن کی تعلیم عطا فرما۔“

لیکن اس کے باوجود یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اجتہاد کی بناء پر بھی تفسیر بیان کریں تو وہی صحیح ہے اور جو قول ان کے خلاف ہو گا وہ باطل ہے۔ [۵۹]

## تدریجی نزول کی حکمتیں:

تیس سالہ روزِ نبوت میں آہستہ آہستہ قرآنِ کریم کا نزول مکمل ہوا اور قرآن کے اس تدریجی نزول میں کئی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ تھیں، مثلاً:

(۱) مسلمانوں کو جوں جوں مشکل مسائل پیش آئیں ویسے ویسے ہی موقع بموقع ان کے حل اور جوابات کیلئے قرآن کی آیات اترتی رہیں۔ اس طرح قرآنِ کریم باسانی دلوں میں مثبت ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی حیاتِ مسلم میں قرآن زیادہ بہتر طریقے سے جاگریں ہوتا ہے۔

(۲) حکمتِ الہی نے فطرتِ انسانی کی رعایت رکھی اور بعض اشیاء کے نفاذ اور تحریم میں تدریج سے کام لیا، مثلاً تحریمِ خمر (شراب کی حرمت) کیلئے چار دفعہ مختلف انداز سے حکم نازل ہوا، اور چوتھی مرتبہ شراب کو کلیئہ حرام قرار دے دیا گیا۔ اس تدریجِ تحریم کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ”شراب اور دیگر منشیات“ میں ذکر کر دی ہے۔ اور یہ کتاب الحمد للہ مکتبہ کتاب و سنت، ریجان چیمہ، سیالکوٹ (پاکستان) سے چھپ بھی چکی ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی پر تو نبی ﷺ کو یقین کامل تھا مگر پھر بھی آپ ﷺ چونکہ انسان تو تھے ہی، مواسات اور ہمدردی و غمگساری کی آپ ﷺ کو بھی ضرورت تھی۔ دعوتِ توحید پر جب مشرکین کی طرف سے آپ ﷺ کو مصائب و مشکلات سے دوچار ہونا پڑا اور اعداءِ دین و معاندینِ اسلام کی طرف سے آپ ﷺ کو ایذائیں پہنچتیں تو ساتھ ہی ساتھ صبر و ثبات اور تائید و نصرت کی آیات بھی نازل ہوتی رہتیں۔ جس سے آپ ﷺ کے پائے ہمت و تحمل میں مزید استقلال و استحکام آتا رہتا تھا، اور یہ بات قرآنِ کریم کے یکبارگی نزول میں

[۵۹] التفصیل کتاب الصیام، ص: ۱۸۰-۲۱، طبع مطابع قطر الوطنیہ، الدوحۃ۔

نہیں ہو سکتی تھی۔

(۴) عہدِ جاہلیت میں عبادات و معاملات اور عقوبات (سزائیں) ناپید تھیں اور نظامِ مالیات مفقود تھا۔ لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یک دم نظام و قانون اور دستور و آئین کا پابند کر لینا خلافِ فطرت تھا۔ لہذا ان کی بہتر طریقہ سے تعلیم و تربیت اور اصلاح و تہذیب کا یہی ذریعہ تھا کہ انہیں بتدریج قانون کا پابند بنایا جائے۔ اگر انہیں یکبارگی مقید کیا جاتا تو یقیناً اصلاح و تہذیب کا عمل شروع ہونے سے پہلے ہی وہ بھاگ گئے ہوتے، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

«إِنَّمَا نَزَلَ أَوَّلَ مَا نَزَلَ مِنْهُ سُورَةٌ مِنَ الْمَفْصَلِ، فِيهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ  
وَالنَّارِ، حَتَّى إِذَا ثَابَ النَّاسُ عَلَى الْإِسْلَامِ نَزَلَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ،  
وَلَوْ نَزَلَ أَوَّلَ شَيْءٍ: لَا تَشْرَبُوا الخمر، لَقَالُوا: لَا نَدْعُ الخمرَ أَبَدًا،  
وَلَوْ نَزَلَ لَا تَزْنُوا، لَقَالُوا: لَا نَدْعُ الزِّنَا أَبَدًا»۔ [۶۰]

”شروع میں قرآن کریم کی ایک مفصل سورت نازل ہوئی جس میں جنت جہنم کا ذکر ہے، یہاں تک کہ بکثرت لوگ اسلام میں داخل ہو (کر راسخ ہو) گئے، اور اگر شروع میں ہی یہ نازل کر دیا جاتا کہ: شراب مت پیو، تو (ممکن تھا کہ) لوگ پکار اُٹھتے کہ ہم شراب نہیں چھوڑیں گے۔ اور اگر یہ نازل ہو جاتا کہ: زنا نہ کرو، تو لوگ کہہ دیتے کہ ہم زنا ترک نہیں کریں گے“۔

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے:

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس ارشاد میں ترتیب و تدریج نزول میں پائی جانے والی حکمتِ الہیہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ غرض قرآن کریم کا وہ حصہ سب سے

[۶۰] بخاری مع التّح: ۳۹/۹، کتاب فضائل القرآن، باب ششم، حدیث: ۳۹۹۳۔



پہلے نازل کیا گیا جس میں توحیدِ باری تعالیٰ کی طرف دعوت دی گئی ہے اور مؤمن و مطیع کو جنت کی بشارت اور کافر و نافرمان کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے، اور جب ان کے قلوب و نفوس اس پر مطمئن ہو گئے، تب جا کر آیاتِ احکام کا نزول شروع کیا گیا۔ [۶۱]

### (۱۶) بکثرت تلاوت و خیرات کا مہینہ:

اس ماہِ رمضان کے ماہِ قرآن ہونے کی وجہ ہی ہے کہ ہر سال خصوصی طور پر اس ماہِ رمضان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوا کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری رمضان میں یہ قرآن دو مرتبہ پیش کیا گیا تھا، چنانچہ صحیح بخاری شریف، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی (فی السنن الکبریٰ) بیہقی اور دارمی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«كَانَ يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الْقُرْآنُ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً، فَعُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ»۔ [۶۲]

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر سال ایک مرتبہ قرآن کریم کو پیش کیا جاتا تھا، لیکن جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس سال دو مرتبہ پیش کیا گیا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا یہ پیش کیا جانا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے نازل ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کا دور کرنے کی شکل میں تھا، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد، ترمذی و نسائی (فی الکبریٰ) دارقطنی و بیہقی اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

[۶۱] فتح الباری: ۹/۳۰، طبع دار الافتاء۔

[۶۲] بخاری مع الفتح: ۹/۴۳، مشکوٰۃ: ۱/۶۳۸، مع المرعاة: ۴/۳۱۲-۳۱۳۔

«كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ، وَكَانَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ».<sup>[۶۳]</sup>

”نبی ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ خیرات کرنے والے تھے اور خصوصاً ماہ رمضان میں یہ عمل اور بھی بڑھ جاتا۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات آپ ﷺ سے ملتے تھے اور آپ ﷺ ان کو قرآن سناتے (حفظ و اتقان کی غرض سے ان پر پیش کرتے) تھے، اور جن دنوں آپ ﷺ کی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوا کرتی تھی، ان دنوں آپ ﷺ تیز ہوا سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اللہ کی راہ میں خیرات فرمایا کرتے تھے۔“

اسی اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے ہمیں بھی چاہیے کہ اس ماہ قرآن میں بکثرت تلاوت قرآن اور صدقہ و خیرات کیا کریں۔

### (۱۷) شفاعتِ صیام و قرآن:

سال کے بارہ مہینوں میں سے روزہ والے دنوں، یا ان کے روزوں کو، اور کتبِ سماویہ میں سے قرآن کریم کو یہ شرف حاصل ہے کہ قیامت کے دن یہ دونوں ہی اللہ کے حضور بندۂ مؤمن کے لئے شفاعت (سفارش) کریں گے کہ اے اللہ! اسے بخش دے، اور ان کی شفاعت رائیگاں جانے والی بھی نہ ہوگی بلکہ قبول کی جائے گی، جیسا کہ شعب الایمان بہیقی، مسند احمد، معجم طبرانی کبیر، حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اور مستدرک حاکم<sup>[۶۴]</sup> میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۶۳] بخاری: ۹/۴۳، و بدایۃ الصبح، باب بدء الوجی، مشکوٰۃ بتحقیق الالبانی: ۱/۶۳۸، مع المرعاة: ۳/۳۱۱۔

[۶۴] و صحیحہ و وافقہ الذہبی و الالبانی۔

«الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُولُ الصَّيَامُ: أَيْ رَبِّ! إِنِّي مَنَعْتُهُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ، فَشَفِّعْنِي فِيهِ، وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ، فَشَفِّعْنِي فِيهِ، فَيُشَفِّعَانِ» [۶۵]

”روزے اور قرآن بندے کیلئے (مغفرت کی) سفارش کریں گے۔ اور روزہ کہے گا: اے پروردگار! میں نے دن کے وقت تیرے اس بندے کو کھانے پینے اور قضائے شہوت سے روک رکھا، اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا: میں نے اسے رات کو سونے سے روک رکھا، اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ تو ان دونوں کی اس کے بارے میں کی گئی سفارش قبول کی جائے گی۔“

### (۱۸) نمازِ پنجگانہ کے اہتمام کی تربیت:

رمضان المبارک میں آپ نے پنجگانہ نماز کے ساتھ ساتھ تراویح و نوافل کا خوب اہتمام کیا اور انہیں باجماعت ادا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اور تلاوتِ قرآن سے اپنے قلب و روح کو منور کیا۔ پورا مہینہ ایسا کرنے سے ایک طرح کی تربیت و ٹریننگ ہو جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ سب امور صرف رمضان المبارک کی حد تک ہی تھے؟ اور کیا عید کے ساتھ ہی ان امور کو بھی سال بھر کے لئے الوداعی سلام کر دیا جائے؟ اور تلاوت و نوافل تو کجا، کیا نمازِ پنجگانہ کی فکر بھی نہیں رہے گی؟ جیسا کہ کسی موسمی قسم کے مسلمان یا جاہل نادان کا مقولہ ہے:

دو رکعت نماز عید الفطر

کھائی سوٹیاں اور گئی فکر

بھی فرض روزوں کی فکر تو آئندہ سال تک واقعی ختم ہو گئی، مگر کیا نمازوں کی فکر بھی ساتھ ہی

جاتی رہے گی؟ نہیں، اور ہر گز نہیں۔ نمازِ پنجگانہ ہر مسلمان پر ہر روز فرض ہے چاہے رمضان ہو یا کوئی دوسرا مہینہ۔ لہذا نمازوں کی ادائیگی کا وہی اہتمام رہنا چاہیے جس کا سبق ہم نے رمضان المبارک میں سیکھا ہے۔ اور تاحین حیات یہ مسلمانوں پر فرض ہے کیونکہ سورہ حج کی آخری آیت: ۹۹ میں ارشادِ الہی ہے:

﴿وَاعْبُدُوا رَبَّكُمُ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾<sup>[۶۶]</sup>

”اور تادم موت (جس کا آنا یقینی امر ہے) اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بھی یہی ہے جیسا کہ بے شمار احادیث سے پتہ چلتا ہے۔

لہذا عید الفطر کے ساتھ ہی نمازِ پنجگانہ کی فکر نہیں جاتی رہنی چاہئے۔ سلفِ امت میں سے ایک اللہ والے کو کہا گیا کہ بعض لوگ رمضان میں تو اللہ کی عبادت کرتے ہیں، پھر اس کے بعد سب کچھ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ تو اس نے کہا:

(بِئْسَ الْقَوْمُ قَوْمٌ لَا يَعْرِفُونَ لِلَّهِ حَقًّا إِلَّا فِي رَمَضَانَ)

”کتنے برے ہیں وہ لوگ جو صرف رمضان میں ہی اللہ کے حق کو پہچانتے ہیں۔“

ساتھ ہی اپنے مخاطب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

(كُنْ رَبَّانِيًّا وَلَا تَكُنْ رَمَضَانِيًّا).<sup>[۶۶]</sup>

”صرف رمضان نہ رہو بلکہ ربّانی بنو۔“

## نمازیوں کی اقسام

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رکھیں کہ موسمی عبادت گزاروں یا رمضان نمازیوں کی طرح ہی نمازیوں کی چند اور قسمیں بھی ہیں، مثلاً:

[۶۶] کتاب الصیام، شیخ عبد اللہ آل محمود، ص: ۷۵، طبع قطر۔

## (۱) آٹھ کے نمازی:

وہ لوگ جو سارا ہفتہ پنجگانہ نمازوں سے تو قطعی غافل و بیگانہ رہتے ہیں کہ جیسے ان پر فرض ہی نہیں، اور جب آٹھ دن کے بعد جمعہ کا وقت آتا ہے تو نہادھو کر خوب بنے ٹھننے اور اُجلا لباس پہنے جامع مسجد میں پہنچ جاتے ہیں۔

## (۲) اِٹھ کے نمازی:

وہ لوگ جو عام طور پر تو پنجگانہ نماز ہی نہیں بلکہ نماز جمعہ بھی ادا نہیں کرتے البتہ اگر کبھی کسی خوشی یا غمی پر اِٹھ ہو اور کچھ ایسے لوگوں کی مجلس میں اِٹھ پیٹھے ہوں جو آذان کی آواز کے ساتھ سبھی اُٹھ کر مسجد کو چل دیں تو یہ صاحب بھی چار و ناچار ان کے ساتھ ہی مسجد سے ہو آتے ہیں۔

## (۳) تین سو ساٹھ کے نمازی:

وہ لوگ جو پنجگانہ نماز اور جمعہ بھی ادا نہیں کرتے اور اگر کہیں کچھ ایسے لوگوں کا اِٹھ ہو جو نمازی ہوں اور آذان سن کر نماز کیلئے چل دیں تو یہ صاحب اس وقت بھی نظریں بچا کر ادھر ادھر ”کھسک“ جاتے ہیں، لیکن اسلامی کینڈر کے مطابق سال بھر کے تین سو ساٹھ دنوں کے بعد جب عید آتی ہے تو اس میں بڑے شوق کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔

## (۴) کھاٹ کے نمازی:

وہ لوگ جو عموماً رسم و رواج کے بندھے بندھائے صرف کسی کی نماز جنازہ میں ہی شرکت کرتے ہیں تاکہ اپنے آپ کو میت کے پسماندگان کے شرکاءِ غم میں سے ثابت کر سکیں۔ اس کے علاوہ انہیں قسم ہے جو کوئی دوسری نماز ”کچھ“ پائیں۔

## (۵) ٹھاٹھ کے نمازی:

نمازیوں کی ان چاروں غیر مطلوبہ قسموں کے بعد پانچویں اور مطلوبہ قسم آتی ہے جنہیں

”ٹھاٹھ کے نمازی“ کہیئے جو کہ نمازِ پنجگانہ کی پوری پابندی کرتے ہیں [۶۷]۔ جنہیں عام طور پر ”پابندِ صوم و صلوة“ کہا جاتا ہے۔ اسلام میں دراصل انہی لوگوں کو مقام حاصل ہے۔ انہیں چھوڑ کر پہلی چاروں قسم کے نمازیوں کے بارے میں ہم کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ ان کی خدمت میں صرف اتنی التماس ہے کہ صاحبو! اسلام کے نظامِ عبادت میں اس قسم کے نمازیوں کا تو کوئی تصور ہی نہیں پایا جاتا۔ لہذا

عَ      آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں  
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

### (۱۹) روزہ کے طبی فوائد و ثمرات:

سابقہ سطور میں ہم نے صرف ان فضائل و برکات کا تذکرہ کیا ہے جو کہ کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔ اور کسی فرض کی فرضیت ثابت ہو جانے کے بعد ان فضائل و برکات کی تلاش و جستجو زیادہ سے زیادہ ترغیب دلانے کیلئے ہی مفید ہو سکتی ہے، ورنہ جس کام کی فرضیت ثابت ہو جائے اس کا بجالانا واجب ہو جاتا ہے چاہے اس کی کوئی مصلحت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ لیکن یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ اس نے فرائض کی بجا آوری پر بھی ہمارے لئے بڑے بڑے انعامات رکھے ہوئے ہیں۔

جب کسی فریضہ کی فرضیت کو ثابت کرنے کیلئے اس کے روحانی و اخروی فضائل و برکات کی بھی ضرورت نہیں تو پھر اس کے دنیوی یا مادی فوائد و ثمرات کا پایا جانا یا ان کا علم ہو سکتا کہاں ضروری ہو سکتا ہے؟ جبکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ اس کے عائد کردہ فرائض روحانی و اخروی فضائل و برکات کے ساتھ ساتھ دنیوی و مادی فوائد و ثمرات سے بھی خالی نہیں ہیں۔ مثلاً زیر بحث ”روزے“ کو ہی لے لیجیئے کہ ڈاکٹروں یا طبیبوں نے روزے کے طبی فوائد بھی ذکر کیے

[۶۷] بحوالہ روزنامہ جنگ، لاہور۔

ہیں اور مغربی ممالک کے بعض ماہرین طب نے تو افریقی ممالک کے مختلف مناطق کے مطالعاتی دورے کیے اور ان کی جو تفصیلات مرتب کی ہیں، ان میں عمومی الفاظ میں ”فاقہ کشی“ اور اسلامی زبان میں روزے کا ذکر بھی کیا ہے اور بتایا ہے کہ روزہ ملیریا بخار کے لئے تیر بہدف نسخہ ہے۔ عالمی ادارہ صحت میں کام کرنے والے اسپیشلسٹ آر مینیو انوری (Arminyo Anori) نے اپنی رپورٹ میں ملیریا کی وباء کو ترقی پذیر ممالک کی اقتصادیات کو تباہ کرنے کا باعث قرار دیا ہے۔ جبکہ اس ادارہ میں کام کرنے والے وبائی امراض کے ماہر ڈاکٹر جوزف ایچ. پال نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ملیریا کا مرض عالمی سطح پر صحت کا مسئلہ بن چکا ہے اور اس مرض سے بچاؤ کیلئے دوائیں ایجاد ہوئی ہیں۔ اور آگے چل کر وہ غیر مسلم ڈاکٹر لکھتا ہے:

”مگر کیا سب سے بڑھ کر خوشی کی بات یہ نہیں کہ شریعتِ اسلامیہ میں اس کے علاج کا جو طریقہ ”روز“ کی شکل میں ہے، وہ ایک تو قطعاً غیر کیمیائی ہے اور میڈیکل کی زبان میں یہ کہ اس کے ری ایکشن یا ردِ عمل کا بھی کوئی خطرہ نہیں، اور علم اقتصادیات کی زبان میں یہ علاج کلی طور پر مفت بلکہ مفت سے بھی بڑھ کر ہے، اس میں سو فی صد (۱۰۰٪) سے زیادہ منافع ہے“۔ [۶۸]

جدید تحقیقات نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ روزہ کی وجہ سے آدمی گردے کی بیماری، پیروں کے ورم اور جوڑوں کے پرانے دردوں سے محفوظ رہتا ہے۔ روزہ قلبی امراض، موٹاپے، بلڈ پریشر وغیرہ کیلئے بھی مفید اور معاون علاج ہے۔ ایسے ہی جلدی امراض، کیل مہاسوں، سر کے وسط میں پیدا ہونے والی سکری، دماغی خشکی اور گنجے پن کا موزوں ترین علاج بھی روزہ ہے۔ [۶۹]

ایک سعودی ڈاکٹر ایاز سبیل کا کہنا ہے کہ روزہ السر کی بیماری کیلئے ایک تیر بہدف نسخہ ہے جس کی تفصیل روزنامہ جنگ لاہور بابت ۱۰/۱۰/۱۴۰۸ھ بمطابق ۲۷/۱۲/۱۹۸۸ء میں

[۶۸] بحوالہ مجلہ ماہنامہ منار الاسلام، ابو ظہبی، جلد ۶، شمارہ ۹، ۱۴۰۱ھ، ۱۹۸۱ء۔

[۶۹] حوالہ سابقہ ایضاً۔

(ص: ۸ پر) شائع ہو چکی ہے۔

(۲۰) روزہ کے نفسیاتی فوائد و ثمرات:

ماہرینِ نفسیات کے یہاں یہ امر مسلم ہے کہ نفسیاتی اضطراب، قلق، حزن، پشیمانی و افسردگی، وسوسہ اور ہسٹیریا وغیرہ کا اصل سبب قوتِ ارادی و قوتِ برداشت اور خود اعتمادی کا فقدان ہے، جبکہ روزہ انسان میں قوتِ ارادی، رشدِ نفسی اور خود اعتمادی پیدا کرتا ہے۔ لہذا روزہ تمام نفسیاتی امراض کا بہترین اور مفت علاج ہے۔ [۷۰]

معلوم ہوا کہ رمضان المبارک جہاں نیکیاں کمانے کا سیزن ہے وہیں مہلک امراض سے نجات پانے کا ذریعہ بھی ہے، اور مغربی ممالک کے ان غیر مسلم ماہرین اور مسلم اطباء کی تحقیقات و شہادت اس امر کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

(۲۱) روزہ کے اقتصادی فوائد و ثمرات:

روزہ کے طبی و نفسیاتی پہلوؤں کے علاوہ یہ بے شمار مادی و اقتصادی فوائد و ثمرات کا ذریعہ بھی ہے، اور نظم و ضبط سکھانے کا سبب بھی، جس کی تفصیلات مطلوب ہوں تو علامہ محمد رشید رضا مصری کی تفسیر المنار، جلد ۲، ص: ۱۳۴-۱۳۹ (طبع بیروت) اور ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی (مؤلف السنہ و مکانتها فی التشريع الاسلامی) کی کتاب ”احکام الصیام و فلسفتہ“، ص: ۳۸ تا ۴۲ دیکھے جاسکتے ہیں۔

ترکِ روزہ پر وعید:

روحانی و جسمانی اور دنیوی و اُخروی فوائد و برکات پر مشتمل اس عبادت ”روزہ“ کو اسلام میں فرض قرار دیا گیا ہے۔ اور فطرتِ سلیمہ کا تقاضا تو یہ ہے کہ پورے جوش و جذبہ اور شوق و ذوق کے

[۷۰] منار الاسلام، ایضاً، ورسالۃ الصیام، طبع وزارت اوقاف و امور اسلامیہ، متحدہ عرب امارات۔



ساتھ نہ صرف ماہِ رمضان میں ہی روزوں کی پابندی ہو بلکہ غیر رمضان کے نفلی روزے رکھنے میں بھی کمی نہ کی جائے (جن کی تفصیل بھی اس کتاب کے دوسرے حصے ”احکام و مسائل روزہ“ میں ذکر کر دی گئی ہے)، یا کم از کم سال بعد اس ایک ماہ کے روزوں میں سے تو کوئی ایک روزہ بھی چھوڑنے کے جرم کا ارتکاب نہ کریں، ورنہ پھر یہ بھی یاد رہے کہ رمضان المبارک کا ایک روزہ بھی روزہ جان بوجھ کر بلاعذر شرعی چھوڑ دیا تو یہ گناہِ کبیرہ ہے، جیسا کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب الکبائر سے معلوم ہو رہا ہے کہ انہوں نے کبیرہ گناہوں میں سے چھٹے گناہ کی جگہ ”بلاعذر رمضان کا ایک دن کا روزہ چھوڑنا“ ہی لکھا ہے۔<sup>[۴۱]</sup>

ایسے ہی علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے ”الزواجر عن اقتراف الكبائر“، جلد اول، ص: ۱۹۵<sup>[۴۲]</sup> پر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑنے کو کبیرہ گناہ شمار کیا ہے۔ کیونکہ تارکِ روزہ کے بارے میں بڑی سخت و عید آئی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں تعلیقاً اور ابوداؤد و ترمذی، نسائی و ابن ماجہ، دارمی و بیہقی اور صحیح ابن خذیمہ و مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موصولاً و مرفوعاً مروی ہے:

«مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُحْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ، لَمْ يَقْضِ  
عَنْهُ صَوْمَ الدَّهْرِ كَلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ»<sup>[۴۳]</sup>

”جس نے رمضان کے ایک بھی دن کا روزہ کسی مرض یا عذر کے بغیر ہی ترک کر دیا، وہ اگر ساری عمر بھی روزے رکھتا رہے، تب بھی اس کی کمی پوری نہیں کر سکے گا۔“

اس حدیث کو تو محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے۔ جبکہ ایسی ہی کئی دیگر روایات بھی ہیں،

[۴۱] ص: ۳۱-۳۲، تصحیح و تقدیم شیخ محمد عبدالرزاق حمزہ، مدرس حرم مکی۔

[۴۲] الزواجر، علامہ بیہقی، طبع دار المعرفہ، بیروت۔

[۴۳] الفتح الربانی: ۹/۲۳۷، و بحوالہ مشکوٰۃ: ۱/۶۲۶، وضعفہ الالبانی فی تحقیق مشکوٰۃ و وضعہ فی ضعیف الجامع: ۳/۵/۱۷۳۔

لیکن اگر یہ سب نہ بھی ہوتیں تو قرآن و سنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ اس روزے کی فرضیت اور اس کے پانچ ارکان اسلام میں سے ایک ہونے کی حیثیت ہی کیا کم ہے کہ اس کے ترک کا ارتکاب گناہ کبیرہ شمار ہو۔ پورے دن کا روزہ ترک کرنا گناہ کبیرہ کیوں نہ ہو، جبکہ ماہ رمضان کے دنوں کے آخری اوقات میں سے جلد بازی کے نتیجے میں اصل وقت سے تھوڑا سا پہلے روزہ کھولا جائے تو وہ بھی باعثِ عذاب ہے، جیسا کہ صحیح ابن حبان و ابن خذیمہ، سنن (کبریٰ) نسائی اور مستدرک حاکم میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”میں سویا ہوا تھا تو دو شخص (فرشتے) آئے، وہ مجھے اپنے ساتھ ایک پہاڑ پر لے گئے اور کہنے لگے کہ اوپر چڑھیں، میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا، وہ کہنے لگے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ سفر آسان کر دیتے ہیں، اور جب میں چڑھ گیا اور پہاڑ کے اوپر گیا تو کیا سنتا ہوں کہ سخت چیخ و پکار ہے۔ پھر مجھے وہ آگے لے گئے:

«فَإِذَا أَنَا بِقَوْمٍ مُّعَلَّقِينَ بِعَرَاقِيْبِهِمْ، مُشَقَّقَةً أَشْدَّاهُمْ تَسِيلُ أَشْدَّاهُمْ دَمًا، فَقَالَ، قُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ؟ قَالَ: الَّذِينَ يُفْطِرُونَ قَبْلَ تَحِلَّةِ صَوْمِهِمْ»۔<sup>[۷۴]</sup>

”وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک قوم اپنی کھونچوں (ایڑیوں) کے بل اوندھی لٹکائی گئی ہے، ان کی باچھیں پھٹی ہوئی ہیں جن سے کہ خون بہہ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو ان (فرشتوں) نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو افطار کا صحیح وقت ہونے سے پہلے ہی روزہ کھول (افطار کر) لیتے ہیں۔“

اندازہ فرمائیں کہ جب محض اتنے وقت کے ترکِ روزہ کا یہ انجام ہے تو اس کا حشر کیا ہو گا جس نے پورے دن کا ہی نہیں بلکہ پورے رمضان کے تمام روزے ہی چھوڑ دیئے؟ اب آپ خود ہی فرمائیں کہ وہ لوگ جو نہ تو کسی ایسے مشقت والے سفر میں ہوں کہ روزہ قضاء کرنے کے مجاز ہوں،

[۷۴] بحوالہ صحیح الترغیب والترہیب للالبانی: ۱/۵۸۸، طبع المکتب الاسلامی، بیروت۔

نہ بیمار ہوں کہ رمضان کے بعد ان کے لئے قضاء کر لینے کی اجازت ہو، اور نہ ہی کوئی دیگر شرعی عذر ہو بلکہ اس کے برعکس ان اعذار سے محفوظ ہونے پر مستزاد یہ کہ جن لوگوں کو رمضان المبارک کی وجہ سے ڈیوٹی بھی کم دینی پڑے اور جو تھوڑا سا وقت ڈیوٹی پر گزاریں وہ بھی ایئر کنڈیشنڈ دفاتروں میں ہو، یا وہ لوگ جو اپنے کاروبار کرتے ہیں ان کے مکانوں اور دکانوں میں بھی ٹھنڈک کی یہ سہولتیں موجود ہوں، اس کے باوجود بھی اس ماہ مبارک کے روزے رکھ کر اپنے پروردگار کو راضی نہ کر لیں اور اس ماہ کی برکات اور سعادتیں نہ سمیٹ لیں، وہ لوگ بھی کتنے ہی کم نصیب ہیں اور ان کے اپنے آپ کو اسلام کے ٹھیکیدار قرار دینے کے بلند بانگ دعوے کتنے مشکوک بلکہ باطل ہیں۔

اللہ ﷻ، رسول ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام کی لعنت و پھٹکار:

بعض احادیث جن کی اسناد پر انفرادی طور پر تو کلام کیا گیا ہے لیکن مجموعی طور پر ان کی شواہد و موید روایات کی وجہ سے انہیں صحیح لغیرہ اور حسن صحیح قرار دیا گیا ہے، ان میں سے ایک صحیح ابن خدیمہ اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، دوسری صحیح ابن حبان میں حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے، اور تیسری حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مستدرک حاکم میں مروی ہے۔ ان احادیث میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے منبر لانے کا حکم فرمایا اور جب منبر لایا گیا تو آپ ﷺ اس پر رونق افروز ہوئے لیکن جب پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا: ”آمین“۔ جب دوسری پر قدم رکھا تو فرمایا: ”آمین“، اور جب تیسری پر قدم رنجہ فرمایا تو بھی فرمایا: ”آمین“۔ جب آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا کہ آج ہم نے آپ ﷺ سے ایک ایسی چیز سنی ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ نے بتایا کہ ”جب میں نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا:

«بَعْدَ مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ، فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ»

”وہ شخص ملعون اور اللہ کی رحمتوں سے دور ہو گیا جس نے ماہِ رمضان المبارک کو پایا مگر اس کی مغفرت و بخشش نہ ہوئی۔“

اس پر میں نے آمین کہا۔ اور جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

«بَعْدَ مَنْ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ، فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ»

”وہ شخص ملعون و محروم ہے جس کے پاس آپ ﷺ کا ذکر جمیل ہو اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے۔“

اس پر میں نے آمین کہا تھا، اور جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا تھا:

«بَعْدَ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ الْكَبِيرَ عِنْدَهُ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَدْخُلَهُ الْجَنَّةَ»

”وہ ملعون و حرماں نصیب ہے جس کی زندگی میں اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائے اور وہ اسے (خدمت کے عوض) جنت میں داخل نہ کر دیں۔“

اس پر بھی میں نے آمین کہا تھا۔ [۷۵]

ان احادیث میں تین کاموں کی خوب ترغیب دلائی گئی ہے، ان کے نہ کرنے والوں پر لعنت و پھٹکار کی گئی ہے، انہیں جنت و رحمتِ الہی سے محروم و دور قرار دیا گیا ہے، اور ماہِ رمضان کے روزے نہ رکھنے اور والدین کی خدمت نہ کرنے والوں کو تو جہنم کی وعید بھی سنائی گئی ہے، جیسا کہ صحیح ابن حبان و ابن خذیمہ میں حضرت مالک بن حویرث اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث کے الفاظ «فَدَخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللَّهُ» سے پتہ چلتا ہے کہ ”اس موقع کو پانے کے

[۷۵] بحوالہ صحیح الترغیب والترہیب للالبانی، ج ۱، ص: ۵۸۳-۵۸۴، حدیث: ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷-۹۹۷

باوجود وہ (اس سے فائدہ اٹھا سکا اور) جہنم میں داخل ہو گیا تو وہ بہت ہی ملعون و حرماں نصیب ہے۔“ [۷۶]

### ۴) بچوں کے روزے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بچوں کے روزوں کے سلسلہ میں بھی وضاحت کر دی جائے کہ ان پر روزے اگرچہ فرض تو نہیں کیونکہ ابو داؤد و ترمذی اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ: عَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ»۔ [۷۷]

”تین قسم کے لوگ مرفوع القلم (شرعاً غیر مکلف) ہیں: پاگل یہاں تک کہ اس کا جنون و پاگل پن دور نہ ہو جائے۔ سویا ہوا یہاں تک کہ وہ نیند سے بیدار نہ ہو جائے، اور بچہ یہاں تک کہ وہ عمرِ احتلام (بلوغت) کو نہ پہنچ جائے۔“

یہ تو ہوا بچوں کے روزے کا شرعی حکم، لیکن اگر بچہ اس عمر میں ہو کہ روزہ رکھ سکتا ہو تو اس کے لئے روزہ رکھنا مستحب عمل ہے، اور اس کے والدین یا سرپرستوں کو چاہیے کہ اسے روزے کی ترغیب دلائیں تاکہ وہ اس کا عادی ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہی کیا کرتے تھے، چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت ربیع بنت معوذ بنی النخع سے مروی ہے کہ یوم عاشوراء کی صبح نبی ﷺ نے انصار کی بستیوں میں یہ اعلان کروایا:

«مَنْ كَانَ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَتِمَّ صَوْمَهُ، وَمَنْ كَانَ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيَتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ»۔ [۷۸]

[۷۶] دیکھیے: حوالہ سابقہ، ۹۹۶، ۹۹۷۔

[۷۷] ارواء الغلیل: ۲/۳، وصحیحہ الالبانی، وفقہ السنہ ۱/۳۳۹۔

[۷۸] المشی مع النیل: ۲/۳، ۱۹۸۔

”جس نے روزہ کی حالت میں صبح کی وہ اپنا روزہ پورا کرے اور جس نے افطاری کی حالت میں صبح کی اسے چاہیے کہ دن کے بقیہ حصہ کا گویا روزہ رکھ لے۔“

حضرت ربیع بن خثیمہؓ فرماتی ہیں:

«فَكُنَّا بَعْدَ ذَلِكَ نَصُومُهُ، وَنُصُومٌ صَبِيَانَنَا الصِّغَارَ مِنْهُمْ، وَنَذْهَبُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَنَجْعَلُ لَهُمُ اللَّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ، فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ، أَعْطَيْنَاهَا إِيَّاهُ حَتَّى يَكُونَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ»

”اس کے بعد سے ہم لوگ یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اپنے چھوٹے بچوں کو بھی رکھواتے تھے۔ ہم مسجد میں جاتے تو بچوں کو کھیلنے کیلئے روٹی کا کھلونا بنا دیتے تھے، جب کوئی بچہ کھانے کی ضد کرتا اور روتا تو اسے کھلونا دے کر بہلا لیتے حتیٰ کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رمضان میں کپڑا کر لائے جانے والے شرابی سے مخاطب ہو کر فرمایا:

«وَيْلَكَ وَ صَبِيَانَنَا صِيَامًا».

”تیرا برا ہو، ہمارے تو بچے بھی روزے سے ہیں۔“ اور اسے مارا۔

اس اثر کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو تعلیقاً بیان فرمایا ہے، البتہ سنن سعید بن منصور اور الجعدیات بغوی میں مرفوعاً بھی مروی ہے، اور بغوی کی ایک روایت میں تو یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اسی کوڑے مارنے اور شام کی طرف ملک بدر کر دینے کا حکم فرمایا۔ [۷۹]

غرض امام ابن سیرین، زہری، شافعی اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ جب بچہ روزہ رکھ سکنے کی طاقت کو پہنچ جائے تو اسے روزے کی عادت ڈالنے کے لئے روزہ رکھنے کا

حکم دینا چاہیے۔ ایسے بچے کی عمر کے سلسلہ میں سات، دس اور بارہ سال کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔<sup>[۸۰]</sup> لیکن اس سلسلہ میں کوئی واضح دلیل نہیں ہے، لہذا عمر کی بجائے طاقت و قدرت کا ہی اعتبار ہوگا۔

### آج کے مسلمان..... ایک لمحہ فکریہ

یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ بات بھی بچوں کے بارے میں ہے جو کہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں چاہے عمر کے لحاظ سے ابھی بالغ نہ ہوئے ہوں، جبکہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ کتنے ہی لوگ وہ ہیں جو اپنے اٹھارہ اٹھارہ، بیس بیس بلکہ پچیس پچیس سال کے تندرست و توانا اور عاقل و بالغ بچوں کو نہ صرف یہ کہ روزہ نہیں رکھواتے بلکہ روزہ نہ رکھنے پر آمادہ کرتے ہیں اور دلیل یہ ہوتی ہے کہ تمہارے امتحانات ہو رہے ہیں، تم صحیح طور پر محنت نہیں کر سکو گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔

ایسے بچوں اور بچیوں کو خود ہی اپنے خالق و مالک سے ڈرنا چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ عاقل اور بالغ ہو جانے کی وجہ سے روزہ ان پر فرض ہو چکا ہے۔ اور کچھ ہونہ ہو یہ فرض پورا کرنا ہی ہوگا۔ اور پھر عموماً فرائض دین کی ادائیگی تو تمام کامیابیوں اور کامرانیوں کی چابی ہے، پھر محض امتحان کی تیاری کیلئے روزہ چھوڑ دینا چہ معنی دارد؟

اسی طرح ان کے والدین اور بڑے بہن بھائیوں یا سرپرستوں کو بھی اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا چاہیے کہ کہیں اللہ کی نافرمانی کرنے اور کروانے کی پاداش میں نہ دھر لئے جائیں اور اس کا اثر ان پر اور ان کی اولاد پر نہ ہو، اور دین و دنیا کی کامیابی مخدوش نہ ہو جائے۔

پھر ویسے بھی والدین تو اپنے گھر کی رعایا کے حاکم ہوتے ہیں اور قیامت کے دن ان سے ان کی اس رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ..... وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي

أَهْلِيهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا  
وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا» [۸۱]

”تم میں سے ہر شخص رکھوالا ہے اور ہر شخص اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے..... آدمی اپنے گھر والوں کے بارے میں اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں (اولاد) کے بارے میں اللہ کے سامنے جوابدہ ہے۔“

خود ربِّ کائنات نے بھی واضح طور پر حکم فرمایا ہے کہ تمہارا صرف خود عمل کر لینا اور اپنے آپ کو جہنم سے بچا لینا ہی کافی نہیں، بلکہ اپنے زیر دستوں اور اہل و عیال کو بھی نیک عمل کا پابند کرو اور انہیں بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ، چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾

[سورۃ التحریم: ۶]

”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔“

لفظِ رمضان کا لغوی معنی:

رمضان المبارک اور روزہ کے انوار و تجلیات، فضائل و برکات اور فوائد و ثمرات تو بکثرت ہیں جن میں سے چند ضروری و معروف امور آپ کے سامنے آگئے ہیں اور اب بہتر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو لفظِ رمضان اور صوم (روزہ) کے اصل لغوی معنی و مفہوم سے بھی آگاہ کر دیں تاکہ ان دونوں کی حقیقت آپ کے ذہن میں آجائے۔

لفظِ رمضان کا مادہ تین حروف پر مشتمل ہے جو راء میم اور ضاد (رمض) ہیں۔ اور لغت کی مشہور و معروف کتاب ”القاموس المحیط“ میں لکھا ہے:

[۸۱] صحیح البخاری مع فتح الباری: ۲/۳۸۰، کتاب الجمعہ، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، سنن ابی داؤد، کتاب الامارۃ، سنن ترمذی، کتاب الجہاد،

مسند احمد: ۲/۵۳، ۵۵، ۵۸، ۱۱۱، ۱۳۱۔



الرَّمَضُ مُحَرَّكَةٌ، شِدَّةٌ وَقَعَ الشَّمْسُ عَلَى الرَّمْلِ وَغَيْرِهِ. [۸۲]

”ریت وغیرہ کے ذرات پر سورج کی تمازت و گرمی کے شدت سے پڑنے کو  
’رمض‘ کہا جاتا ہے۔“

جبکہ لغت کی ہی ایک دوسری متداول کتاب ”المنجد“ میں بھی یہی معنی ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

أَحْرَقَتِ الرَّمْضَاءُ قَدَمَيْهِ. [۸۳]

”سورج کی تمازت و گرمی نے اس کے پاؤں جلا دیئے۔“

لفظِ رمضان کا لغوی معنی ”جلانا“ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے، چنانچہ ترمذی میں ارشادِ نبوی  
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے:

«صَلْوَةُ الْأَوَابِينِ حِينَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ». [۸۴]

”صلوۃ الاوابین کا وقت وہ ہے جب اونٹ کے بچے کے پاؤں (ریت کے گرم ہونے  
کی وجہ سے) جلنے لگیں۔“

ماہِ رمضان کی وجہ تسمیہ:

ماہِ رمضان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے صاحبِ مجمع البیان لکھتے ہیں: (سَمِيَ رَمَضَانَ  
لِأَنَّهُ يَرْمَضُ الدُّنُوبَ) ”اس ماہ کا نام رمضان (جلانے والا) اس لئے رکھا گیا کہ یہ (روزہ داروں  
کے) گناہوں کو جلا کر ختم کر دیتا ہے۔“

اور صاحبِ قاموں کے الفاظ ہیں: (سَمِيَ رَمَضَانَ لِأَنَّهُ يُحْرِقُ الدُّنُوبَ) ”گناہوں کو  
جلا کر ختم کر دینے کی مناسبت سے اس ماہ کا نام ہی رمضان رکھ دیا گیا ہے۔“

[۸۲] القاموس: ۲/۳۳۲

[۸۳] المنجد، ص: ۲۸۰۔

[۸۴] بلوغ المرام مع بل: ۱/۱۷۲۔

اس مفہوم کی ایک روایت بھی ہے مگر وہ ضعیف ہے۔ غرض اس مختصر سی لغوی بحث سے بھی ماہِ رمضان کی فضیلت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ مہینہ اہل معاصی کے گناہوں کو جلا کر ختم کر دیتا ہے۔

ماہِ رمضان کو صرف رمضان کہنا:

ہمارے بعض جماعتی پرچوں میں ایک بات بڑے تسلسل کے ساتھ کہی جا رہی ہے کہ ماہِ رمضان المبارک کو صرف ”رمضان“ نہیں کہنا چاہیے بلکہ ”شہرِ رمضان“ یعنی شہر کی اضافت کے ساتھ مرکب کر کے کہنا چاہیے، جسے آپ اردو میں ”ماہِ رمضان“ کی ترکیب سے کہہ لیں، اور صرف رمضان اس لئے نہیں کہنا چاہیے کہ ”رمضان“ اللہ کے اسماءِ گرامی میں سے ایک اسم (نام) ہے، اور وہ حدیث بھی ذکر کی جاتی ہے جو ”رمضان“ کے اسمِ الہی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ [مجذ جامعہ ابراہیمیہ، سیالکوٹ]

لہذا آئیے اس حدیث کی استنادی حیثیت کا جائزہ لیں کہ محدثین کرام کے نزدیک اس کی کیا پوزیشن ہے؟

چنانچہ ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت بیان کی ہے جس میں ہے:

«لَا تَقُولُوا رَمَضَانَ، فَإِنَّ رَمَضَانَ إِسْمٌ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ، وَلَكِنْ قُولُوا: شَهْرَ رَمَضَانَ»

”رمضان نہ کہو، کیونکہ رمضان اسماءِ الہی میں سے ایک نام ہے۔ بلکہ شہرِ رمضان (ماہِ رمضان) کہو۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابن عدی نے الکامل میں اس حدیث کی تخریج کی ہے اور اس کے ایک راوی ابو معشر کی وجہ

سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، اور بقول امام بیہقیؒ یہ حدیث امام مجاہد اور حسن بصری کے دو طرق سے بھی مروی ہے لیکن وہ دونوں طرق بھی ضعیف ہیں۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کرنے کیلئے اپنی صحیح میں ایک باب ہی ایسا قائم کیا ہے جس سے رمضان کو رمضان کہنے کے جواز کا پتہ چلے، اور وہ ہے:

”بَابُ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانٌ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ وَمَنْ رَأَى كَلَّهُ وَاسِعًا“

اور پھر جواز ثابت کرنے کے لئے متعدد احادیث وارد کی ہیں۔ [۸۵]

ضعیف حدیث چونکہ قابلِ حجت نہیں ہوتی اسلئے ہی جمہور اہل علم جواز کے قائل ہیں، البتہ مالکیہ نے کراہت کی رائے اختیار کی ہے اور ان میں سے بھی ابن الباقلانی اور شوافع میں سے کثیر حضرات کے نزدیک اگر کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو جو اکیلے لفظ ”رمضان“ سے بھی اس ماہ کا پتہ دے تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ [۸۶]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے رجحان کا پتہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی صحیح میں متعدد ابواب میں لفظ رمضان کو اکیلے ہی استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً:

- ① بَابُ وَجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ.
- ② بَابُ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانٌ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ وَمَنْ رَأَى كَلَّهُ وَاسِعًا.
- ③ بَابُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا وَنِيَّةً.
- ④ بَابُ أَجُودُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُونُ فِي رَمَضَانَ.
- ⑤ بَابُ لَا يَتَقَدَّمَنَّ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ.
- ⑥ بَابُ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ.
- ⑦ بَابُ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ فَتُصَدَّقَ عَلَيْهِ فَلْيُكْفَرْ.

[۸۵] صحیح البخاری مع فتح الباری: ۳/۱۱۳-۱۱۲، طبع دار الإفتاء، تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۱۶، دار المعرفہ، بیروت۔

[۸۶] الفتح ایضاً۔

۸) بَابُ إِذَا صَامَ أَيَّامًا مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ.

۹) بَابُ مَتَى يُقْضَى قَضَاءُ رَمَضَانَ.

۱۰) بَابُ إِذَا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ. [۸۷]

ان تمام ابواب میں سے امام صاحب نے کسی میں بھی رمضان کے ساتھ شہر (ماہ) کی اضافت ذکر نہیں کی۔

امام بخاری کی طرح ہی امام نسائی نے بھی کتاب الصیام (سنن نسائی) میں ماہ رمضان کو صرف رمضان کہنے کے جواز پر دلالت کرنے والی دو احادیث وارد کی ہیں اور ان پر یوں تبویب کی ہے:

”الرُّخْصَةُ فِي أَنْ يُقَالَ لِشَهْرِ رَمَضَانَ رَمَضَانٌ“ [۸۸]

آگے چل کر ایک اور باب میں بھی اضافت کے بغیر صرف لفظ رمضان لائے ہیں دیکھیے:

”بَابُ ثَوَابِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ وَصَامَهُ“ [۸۹].....

اب آئیے ان احادیث کی طرف جن میں شہر (ماہ) کی اضافت کے بغیر صرف لفظ رمضان وارد ہوا ہے جو اس بات کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔

**حدیث نمبر ۱:**

”مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“ [۹۰]

”جس نے بحالت ایمان اور بغرضِ ثواب رمضان المبارک (کی راتوں) کا قیام کیا، اس کے سابقہ تمام گناہ بخشے گئے۔“

[۸۷] دیکھیے: صحیح بخاری، کتاب الصوم۔

[۸۸] دیکھیے: سنن نسائی: ۱/۲۴۳ مع التعليقات السلفية۔

[۸۹] دیکھیے: سنن نسائی: ۱/۲۴۹ مع التعليقات السلفية۔

[۹۰] صحیحین و سنن اربعہ، دارمی، مؤطا مالک، مسند احمد عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، بخاری مع الفتح: ۴/۲۵۰، و بحوالہ صحیح الجامع الصغیر للالبانی:

۳/۵/۳۳۴، و ارواء الغلیل لہ: ۳/۱۳۔

## حدیث نمبر ۲:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» [۹۱]

”جس نے بحالتِ ایمان اور بغرضِ ثوابِ رمضان المبارک کے روزے رکھے، اس کے سابقہ تمام گناہ بخشے گئے۔“

## حدیث نمبر ۳:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ» [۹۲]

”جس نے بحالتِ ایمان اور بغرضِ ثوابِ رمضان المبارک کے روزے رکھے، اس کے سابقہ و متاخرہ تمام گناہ معاف کیے گئے۔“

## حدیث نمبر ۴:

«لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ، فَلْيُصِمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ» [۹۳]

”تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک یا دو دن پہلے (استقبال کی سلامی کا) روزہ نہ رکھے۔ ہاں اگر کوئی شخص روزے رکھتا آ رہا ہے وہ رکھ لے۔“

## حدیث نمبر ۵:

«إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ، فَتَّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ» [۹۴]

[۹۱] صحیحین و سنن اربعہ، مسند احمد عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، بخاری مع الفتح: ۱۱۵/۳، و بحوالہ صحیح الجامع: ۳۰۹/۵/۳۔

[۹۲] تاریخ بغداد للخطیب عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، نسائی و مسند احمد و حلیۃ الاولیاء ابو نعیم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، و مسند احمد عن عبادہ رضی اللہ عنہ بحوالہ صحیح الجامع: ۳۰۹/۵/۳۔

[۹۳] بخاری و مسلم، ابو داؤد و ترمذی، مسند احمد عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بحوالہ بخاری و فتح الباری: ۱۱۲/۳-۱۱۳، ۱۲۸۔

[۹۴] بخاری و مسلم، نسائی و مسند احمد عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بحوالہ بخاری و الفتح: ۱۱۲/۳، و صحیح الجامع: ۱۸۸/۱۔

”جب رمضان المبارک آجائے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔“

حدیث نمبر ۶:

«إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَصُمْ رَمَضَانَ ثَلَاثِينَ إِلَّا أَنْ تَرَى الْهَلَالَ قَبْلَ ذَلِكَ»۔ [۹۵]

”جب رمضان المبارک آجائے تو تیس روزے رکھو۔ سوائے اس کے کہ (انیتس کے بعد) چاند نظر آجائے۔“

حدیث نمبر ۷:

«عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً»۔ [۹۶]

”رمضان المبارک میں کیا گیا عمرہ حج کے برابر ثواب رکھتا ہے۔“

حدیث نمبر ۸:

«عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً مَعِيَ»۔ [۹۷]

”رمضان المبارک میں کیا گیا عمرہ میرے ساتھ کیے گئے حج کے برابر ثواب رکھتا ہے۔“

انہی پر کیا بس ہے۔ اضافت کے بغیر بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے یہ چند ”مشتمتے از خروارے“ کا مصداق ہیں۔ ایسی حدیثوں کی تعداد کا اندازہ المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد ۲، ص: ۳۰۶-۳۰۷ پر وارد کیئے گئے اطراف سے ہی ہو جاتا ہے۔

[۹۵] طبرانی، طحاوی، احمد بحوالہ صحیح الجامع: ۱/۱۸۸، عن عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ۔

[۹۶] بخاری، ابن ماجہ، مسند احمد عن جابر، صحیحین، ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند احمد عن ابن عباس، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ عن أم معقل، ابن ماجہ عن وهب بن قیس، طبرانی عن ابن الزبیر رضی اللہ عنہم، بحوالہ صحیح الجامع: ۲/۵۴-۵۳۔

[۹۷] بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی، مستدرک حاکم، بیہقی، طبرانی کبیر، مسند احمد مثقی ابن جارود عن ابن عباس، وسموہ عن انس رضی اللہ عنہم بلغظ: كَحَجَّةٍ مَعِيَ بحوالہ نسائی مع التعليقات السلفية ۱/۲۴۳، وارواء الغلیل: ۶/۳۲، ۳۳، و صحیح الجامع: ۲/۵۴-۵۳۔

## ایک اشکال یا احتمال:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ایک اشکال بھی ذکر کیا ہے جسے اشکال کی بجائے احتمال کہنا زیادہ مناسب ہوگا، وہ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ﴾ ہی کہا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ: ۱۸۵ میں ارشادِ الہی ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾

”ماہِ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم کو نازل کیا گیا۔“

اس لئے رمضان کو شہر (ماہ) کی اضافت کے بغیر نہیں لکھنا اور کہنا چاہیے جبکہ اس بات کا احتمال بھی موجود ہے کہ احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے لفظ شہر روادِ حدیث نے حذف کر دیا ہو۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حذف نہ کیا ہو) اور امام بخاری کے اپنی صحیح میں اس کے حکم کی صراحت نہ کرنے کا راز بھی شائد یہی ہے [۹۸]۔ ورنہ امام صاحب کی عادت مبارکہ یہ ہے کہ جس مسئلہ میں دلائل قویہ موجود ہوں وہاں حکم کو کھلا نہیں چھوڑتے بلکہ جزماً طے کر دیتے ہیں، لیکن اس مسئلہ میں غالباً اسی احتمال کی بناء پر انہوں نے جزماً حکم بیان نہیں کیا۔

اس کا حل:

لیکن اس سے انکار ناممکن ہے کہ موصوف کے انداز سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ وہ صرف رمضان کہنے کے جواز کے معاملہ میں جمہور کے ساتھ ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ترجمۃ الباب میں ہی دو حدیثوں کے متعلقہ مقامات تعلیقاً ہی ذکر کر دیئے جنہیں آگے چل کر موصولاً بھی وارد کیا ہے۔ لہذا احتمال کے باوجود انہوں نے ترجیح جواز کو ہی دی ہے۔

رہا معاملہ قرآن کریم میں رمضان کے ساتھ لفظ شہر کے وارد ہونے کا تو اس سلسلہ میں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”بدائع الفوائد“ میں بڑی نفیس بحث کی ہے۔ جو صرف رمضان کہنے

کی کراہت کے قائلین کو تو ضرور پڑھ لینی چاہیے تاکہ تشفی ہو جائے، البتہ عام قاری کے استفادہ کیلئے ہم اس کا خلاصہ ذکر کیے دیتے ہیں:

نبی ﷺ کی احادیث میں آپ ﷺ نے ایجاز و اختصار کیلئے شہر کا لفظ ترک کر دیا ہو گا۔ یہ قطعاً محال بات ہے کیونکہ قرآن کریم سے بڑھ کر ایجاز میں بلیغ اور اعجاز میں بین اور کس کی بات ہو سکتی ہے، اور یہ بھی محال ہے کہ آپ ﷺ نے کسی حکمت کے بغیر ہی لفظ شہر کو ترک کر دیا ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بہت بڑے فائدہ اور عظیم مقصد کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ اور آگے ایک اہم علمی بحث اور فوائد ذکر کرنے کے بعد نتیجے کے طور پر لکھا ہے کہ قرآن کریم میں رمضان کے ساتھ شہر کی آمد کے دو یا اس سے بھی زیادہ فائدے ہیں:

### پہلا فائدہ:

ان میں سے پہلا فائدہ یہ ہے کہ اگر قرآن میں اس مقام پر اللہ نے فرمایا ہوتا: ﴿رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ تو اس لفظ رمضان کا یہ تقاضا ہوتا کہ انزال قرآن کا وقوع اس پورے مہینے میں شمار ہو جیسا کہ سیبویہ کا قول گزرا ہے۔ (ایک سابقہ علمی بحث کی طرف اشارہ ہے) جبکہ یہ بات (پورے مہینے میں وقوع) خلاف حقیقت ہے کیونکہ قرآن کا نزول تو صرف ایک رات اور اس کی بھی ایک گھڑی میں واقع ہوا تھا، لہذا پورے ماہ کو کیسے لیا جاسکتا ہے۔ لہذا لفظ شہر کا ذکر حقیقت کے موافق ہے۔ جیسے آپ کہیں: ”بَسْرَتْ فِي شَهْرٍ كَذَا“ (میں فلاں مہینے میں چلا) تو یہ چلنا پورے مہینے کو متناول و شامل نہیں ہوتا۔

### دوسرا فائدہ:

لفظ شہر کو رمضان کے ساتھ لانے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر کہا گیا ہوتا: ﴿رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ تو یہ مدح و تعظیم خاص اُس ماہ پر ہی منحصر و محدود رہتی جس میں قرآن نازل کیا گیا تھا (اور آئندہ سالوں میں آنے والے رمضان کے مہینے اس سے خارج ہو جاتے)، جبکہ یہ بات



گزر گئی ہے کہ یہ اور ایسے ہی دوسرے اسماء کے ساتھ سالوں کے استمرار پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ نہ ہو تو اس سے مراد صرف وہی سال ہو گا جس میں تم ہو یا جو اس سے پہلے مذکور ہوا ہے۔ تو شہر کا ذکر (جو کہ درحقیقت ہلال ہے) جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

وَ الشَّهْرُ مِثْلَ قَلَامَةِ الظُّفْرِ

یہاں شہر سے مراد ہلال ہے (جو قلم کیے گئے ناخن جیسا ہوتا ہے) اس تعظیم کے حکم کو ہلال کے ساتھ معلق کرنے کا متقاضی تھا، لہذا اب اس نام (رمضان) کا مہینہ چاہے جب بھی آئے اور جس سال میں بھی آئے (اس تعظیم و شرف کا حامل ہے)۔

تیسرا فائدہ:

رمضان کے ساتھ قرآن کریم میں لفظ شہر کی آمد کا تیسرا فائدہ ”ایام معدودات“ کی وضاحت و تبیین ہے کیونکہ گنے چنے دنوں کی وضاحت دنوں اور ماہ کے ذریعے ہی کی جاسکتی ہے، یہ وضاحت لفظ رمضان سے تو ہو نہیں سکتی کیونکہ اس لفظ کا مادہ دوسرا ہے اور وہ بھی علم ہے۔ لہذا یہ ٹھیک نہیں کہ اسی سے گنے چنے دنوں کی وضاحت کی جائے جب تک کہ ماہ کا ذکر نہ کیا جائے جو کہ ایام ہی کے معنی میں ہے اور پھر ان ایام کی وضاحت اس کی طرف نہ کر دی جائے۔

لفظ رمضان کو شہر کی اضافت کے بغیر لانے کا فائدہ:

قرآن کریم میں رمضان کے ساتھ شہر کی آمد کے فوائد کو ذکر کرنے کے بعد علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب بدائع الفوائد میں احادیث رسول ﷺ میں شہر کی اضافت کے بغیر صرف لفظ رمضان کی آمد کا فائدہ بھی ذکر کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کے ارشاد:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ..... وَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ» میں سے لفظ شہر کو حذف کرنے کا بھی

ایک فائدہ ہے اور وہ یہ کہ اس طرح سارے مہینے کے روزے آجاتے ہیں۔ اگر آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہوتا: «مَنْ صَامَ أَوْ قَامَ شَهْرَ رَمَضَانَ» تو یہ رمضان ظرف ہو جاتا اور اس جملہ میں

”فِي“ مقدر ہوتا، یعنی یہ ہو جاتا: «مَنْ صَامَ فِي رَمَضَانَ ... مَنْ قَامَ فِي رَمَضَانَ»۔

اس طرح یہ تعبیر پورے ماہ رمضان کے روزوں اور قیام کو شامل نہ ہوتی، پس ان احادیث میں رمضان ”مفعول علی السعۃ“ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الہی ہے: ﴿قُمِ الْيَلَّ﴾ کیونکہ اگر یہ ظرف ہوتا تو آگے: ﴿إِلَّا قَلِيلًا﴾ کی ضرورت نہ ہوتی۔<sup>[۹۹]</sup>

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی اس موضوع سے متعلقہ بحث کا خلاصہ ہے جو ظاہر ہے کہ اصل کے پائے کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا کیونکہ جو کمال علامہ موصوف کے کلام میں ہے اس کا خلاصہ تیار کرنا کارے دارد، اسی لئے ہم اصل کتاب کے ص: ۱۰۳ تا ۱۰۵ کے مطالعہ کا مشورہ دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

### خلاصہ کلام:

سابقہ گزارشات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کراہت کی کوئی وجہ نہیں۔ متعلقہ حدیث ضعیف ہے لہذا ناقابل استدلال ہے۔ اور قرآن کریم میں رمضان کے ساتھ لفظ شہر کی آمد اور حدیث میں اس کے حذف کے متعدد فوائد ہیں جن کا خلاصہ ذکر کر دیا گیا ہے۔

### الصَّوْمُ (روزہ) کا لغوی معنی:

روزہ جسے عربی زبان میں الصَّوْمُ کہا جاتا ہے، اس کا لغوی معنی ”الامساک“ یعنی کسی کام سے رک جانا ہے۔ علامہ رشید رضا مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر المنار میں، امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے نیل الاوطار میں صوم کا یہی معنی ذکر کیا ہے۔<sup>[۱۰۰]</sup>

ماہرین لغت عربی میں سے ابو عبیدہ نے اس لفظ کے لغوی معنی کی مزید وسعت بیان کرتے

[۹۹] مختصر ازبدائع الفوائد: ۱/۲-۱۰۴-۱۰۵، طبع دار الکتب العربی، بیروت۔

[۱۰۰] دیکھیے: تفسیر المنار: ۲/۱۳۳، فتح الباری: ۳/۱۰۲، نیل الاوطار: ۲/۱۸۶۔

ہوئے کہا ہے:

(كُلُّ مُسِيكٍ عَنِ طَعَامٍ أَوْ كَلَامٍ أَوْ سَيْرٍ فَهُوَ صَائِمٌ). [۱۰۱]

”کھانے، بات کرنے یا چلنے سے رک جانے والے کو بھی صائم کہا جاتا ہے۔“

جیسے (رَجُلٌ صَائِمٌ) ”کھانے پینے سے رُکا ہوا آدمی“، (فَرَسٌ صَائِمٌ) ”چلنے سے رُکا ہوا گھوڑا“، اور بات کرنے سے رُکے ہوئے کو بھی صائم کہا جاتا ہے جیسا کہ خود قرآن کریم کی سورہ مریم، آیت: ۲۶ میں حضرت مریم عَلَيْهَا السَّلَامُ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿فَأَمَّا تَرَيْنَ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنَّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ أَكَلِمَ الْيَوْمَ

النِّسْيَا﴾

”اگر کوئی بشر تمہیں نظر آئے تو اس سے کہہ دینا کہ میں نے رحمن کیلئے روزے کی نذرمانی ہے اسلئے آج میں کسی سے نہیں بولوں گی۔“

تو گویا بولنے سے رک جانے کو بھی ”صوم“ یا روزہ قرار دیا گیا ہے۔

الصَّوْمُ (روزہ) کا شرعی و اصطلاحی معنی:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں، اسی طرح امام نووی اور شوکانی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی لفظ صوم کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

(وَفِي الشَّرْعِ إِمْسَاكٌ مَخْصُوصٌ فِي زَمَنِ مَخْصُوصٍ بِشَرَائِطٍ مَخْصُوصَةٍ). [۱۰۲]

”اصطلاح شرع میں صوم کا معنی ہے: مخصوص رُک جانا (یعنی کھانے پینے وغیرہ سے) مخصوص وقت کیلئے اور مخصوص شرائط کے ساتھ۔“

[۱۰۱] بحوالہ المنار۔

[۱۰۲] الفتح والنیل۔

جبکہ تفسیر ابن کثیر (۱/۲۱۳) میں لکھا ہے:

هُوَ الْإِمْسَاكُ عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَالْوِقَاعِ بِنِيَّةٍ خَالِصَةٍ لِلَّهِ  
عَزَّوَجَلَّ

”اللہ تعالیٰ کیلئے خالص نیت کے ساتھ کھانے پینے اور جماع کرنے سے رُک جانے کا نام روزہ ہے۔“

بعض فقہاء نے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک پورا دن، اللہ کا تقرب حاصل کرنے کیلئے پیٹ اور نفس کی خواہشات سے باز رہنے کو روزہ کہا ہے، اور یہ تعریف اتنی جامع ہے کہ مزید کسی وضاحت کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔

شک کے دن کا یا اسلامی و استقبال کا روزہ:

بعض لوگ رمضان المبارک کی آمد سے دو ایک دن پہلے روزہ رکھتے ہیں جسے ”سلامی“ یا ”استقبالِ رمضان“ کا روزہ کہتے ہیں اور ان کا نظریہ دراصل یہ ہوتا ہے کہ اگر چاند انیس (۲۹) کا ہو اور کسی وجہ سے نظر نہ آیا تو ہمارا یہ روزہ رمضان کا پہلا روزہ ہو جائے گا ورنہ ایک روزہ کم رہ جانے کا اندیشہ ہے، اور اگر چاند تیس (۳۰) کا ہی ہو تو ہمارا یہ روزہ محض رمضان کو ”سلامی“ دینے یا پھر اس کا ”استقبال“ کرنے کیلئے ہو جائے گا۔ لیکن ان کا یہ نظریہ قطعاً غلط ہے کیونکہ شک کے دن کا یا اسلامی و استقبال کا روزہ رکھنا صحیح احادیث کی رو سے منع ہے، اور ایسا کرنے پر ثواب کی بجائے نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کی نافرمانی و عدم اطاعت کا گناہ لازم آتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری و مسلم اور ترمذی و نسائی میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

«لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ  
يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ، فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ»۔<sup>[۱۰۳]</sup>

[۱۰۳] بخاری مع الفتح: ۴/۱۰۹، ریاض الصالحین، ص: ۴۸۱۔

”تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے سوائے اس شخص کے جو کسی دن (پیر و جمعرات) کا روزہ رکھتا آ رہا ہو (اور وہ دن رمضان سے ایک یا دو دن پہلے یعنی آخر شعبان میں آجائے) تو وہ روزہ رکھے۔“

اس شخص سے وہ آدمی مراد ہے جو مثلاً صومِ داؤد (ایک دن خالی اور ایک دن کاروزہ) رکھتا ہے یا ہر ہفتہ میں سوموار (پیر) اور جمعرات کا ہمیشہ سے روزہ رکھتا آ رہا ہے جو کہ مسنون و مستحب بھی ہیں (جیسا کہ ان کی تفصیل اس کتاب کے دوسرے حصہ ”احکام و مسائل روزہ“ میں آئے گی)، ایسے شخص کو حسبِ سابق روزہ رکھنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں۔

اگر کوئی شعبان کے آخر دن کاروزہ محض اس شک کی بنیاد پر رکھتا ہے کہ شاندر رمضان شروع ہو چکا ہو اور کسی وجہ سے چاند نظر نہ آیا ہو، ایسے شک کے دن کاروزہ رکھنے والے کو حدیث شریف میں نبی ﷺ کا نافرمان قرار دیا گیا ہے، چنانچہ سنن اربعہ و دارمی اور صحیح ابن حبان میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يَشْكُ فِيهِ النَّاسُ، فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ

ﷺ» [۱۰۴]

”جس نے شک کے دن کاروزہ رکھا، اس نے ابو القاسم (حضرت محمد ﷺ) کی نافرمانی کی۔“

یہ حدیث جیسا کہ اس کے الفاظ ہی بتا رہے ہیں، حضرت عمار رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، البتہ علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارواء الغلیل میں کہا ہے کہ یہ موصولاً بھی مروی ہے اور اس موصول کی سند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ للزیلعی (۲/۴۲۲) میں دیکھا جاسکتا ہے۔

[۱۰۴] ارواء الغلیل: ۲/۱۲۷، و صحیحہ موقوفاً علی عمار رضی اللہ عنہ، وریاض الصالحین، ص: ۴۸۱۔

رمضان سے ایک دن پہلے روزہ رکھنے کی ممانعت ترمذی و نسائی کی حسن درجہ کی سند والی ایک اور حدیث میں بھی آئی ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«لَا تَصُومُوا قَبْلَ رَمَضَانَ، صُومُوا لِرُؤْيَيْتِهِ، وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَيْتِهِ، فَإِنْ حَالَتْ دُونَهُ غِيَابَةٌ فَأَكْمِلُوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا»۔ [۱۰۵]

”رمضان سے (دو ایک دن) پہلے روزہ نہ رکھو، چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر ہی عید کرو۔ ہاں اگر اس کے سامنے کچھ حائل (ابریاغبار) ہو تو (ماہ رواں کے) تیس (۳۰) دن مکمل کر لو۔“

ایسے ہی صرف دو ایک دن رمضان سے پہلے تو کیا، ایک حدیث سے تو پتہ چلتا ہے کہ شعبان کا جب دوسرا نصف شروع ہو جائے تو پھر نفلی روزے رکھنا چھوڑ دینا چاہیے۔ چنانچہ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا بَقِيَ نِصْفٌ مِّنْ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا»۔ [۱۰۶]

”جب نصف شعبان باقی رہ جائے تو روزہ نہ رکھو۔“

اہل علم نے پندرہ شعبان کے بعد نفلی روزے نہ رکھنے کے حکم کی حکمت و مصلحت یہ بیان کی ہے کہ آئندہ چونکہ ماہ رمضان المبارک کے فرض روزے آرہے ہیں لہذا نفلی روزے نہیں رکھنے چاہئیں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفلی روزوں سے آدمی کے قوائے جسمانی کمزور پڑ جائیں اور اس کے نتیجے میں کہیں کسی فرض روزے کی قضاء کی نوبت نہ آجائے۔ [۱۰۷]

بہر حال رمضان سے دو ایک دن پہلے امام مالک و شافعی رحمہما سمیت جمہور اہل علم کے نزدیک

[۱۰۵] بخوالہ ریاض الصالحین، ص: ۳۸۱۔

[۱۰۶] بخوالہ سابقہ، و مشکوٰۃ: ۱/۶۱۶ و صحیحہ الابانی۔

[۱۰۷] انظر المراجعة: ۴/۲۱۱۔

شک کی بناء پر روزہ رکھنا منع ہے۔ [۱۰۸]

### ایامِ رمضان کل تعداد:

مروجہ عالمی تقویم یا عیسوی کیلنڈر کے مہینوں پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعض مہینے اکتیس (۳۱) دنوں کے ہوتے ہیں اور بعض تیس (۳۰) کے۔ جبکہ فروری تین سال تک تو اٹھائیس (۲۸) دنوں کا رہتا ہے اور ہر چوتھے سال جسے ”لیپ کا سال“ کہا جاتا ہے اس میں یہی ماہ فروری انیس (۲۹) دنوں کا ہوتا ہے اور ”لیپ“ کے سال کی معروف علامت یہ ہے کہ ہر وہ سنہ جو چار پر تقسیم ہو جائے وہ ”لیپ“ ہوگا، اس کا فروری انیس (۲۹) دنوں کا ہوگا۔ جیسے ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۶ء، ۲۰۰۰ء اور ۲۰۰۴ء وغیرہ گزرے ہیں، اور ۲۰۰۸ء، ۲۰۱۲ء اور ۲۰۱۶ء آرہے ہیں۔ یہ سب لیپ کے سال ہیں۔

ایسے ہی ساون بھادوں کے مہینوں والی بکرمی تقویم میں بھی انیس (۲۹)، تیس (۳۰) اور اکتیس (۳۱) دنوں کے مہینے ہیں اور ان میں سے کبھی کبھی ایک مہینہ بتیس (۳۲) دنوں کا بھی ہوتا ہے، مگر ہجری تقویم یا اسلامی کیلنڈر کے تمام مہینے صرف انیس (۲۹) یا تیس (۳۰) دنوں کے ہی ہوتے ہیں اور اٹھائیس، اکتیس یا بتیس دنوں کا کوئی مہینہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ علامہ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ نے بدایۃ المجتہد میں لکھا ہے کہ اس بات پر پوری امتِ اسلامیہ کا اجماع ہے کہ کوئی عربی مہینہ انیس دنوں سے کم اور تیس دنوں سے زیادہ نہیں ہوتا۔ [بدایۃ المجتہد: ۲/۹۲ طبع مؤسسۃ الناصر]

اس اجماع کی دلیل صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی، بیہقی اور مسند احمد میں مذکور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے جس میں وہ بتاتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ، لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ، الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا»

[۱۰۸] ملاحظہ فرمائیں: شرح مسلم نووی: ۴/۷-۱۸۹-۱۹۰، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت، زاد المعاد: ۲/۳۹-۴۹ بتحقیق الارناؤوط

وَهَكَذَا، وَعَقَدَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّلَاثَةِ، ثُمَّ قَالَ: الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا  
وَهَكَذَا، يَعْنِي تَمَامَ الثَّلَاثِينَ، يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وَعَشْرِينَ، وَمَرَّةً  
ثَلَاثِينَ» [۱۰۹]

”ہم ایک ان پڑھ قوم ہیں۔ نہ ہم لکھتے ہیں نہ حساب جانتے ہیں، مہینہ یوں ہے، یوں ہے اور یوں ہے۔ اور تیسری مرتبہ یوں کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنا انگوٹھا موڑ لیا اور پھر فرمایا: مہینہ یوں ہے، یوں ہے اور یوں ہے۔ (اور اس مرتبہ انگوٹھا نہ موڑا اور) پورا تیس کا اشارہ فرمایا۔ یعنی مہینہ یا تو انیس (۲۹) دنوں کا ہوتا ہے یا پھر تیس (۳۰) دنوں کا۔“

یہ اسلئے کہ آپ ﷺ نے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کی دس انگلیوں سے تین مرتبہ اشارہ فرمایا لیکن تیسری مرتبہ انگوٹھا بند کر لیا جس کا معنی ہے انیس دن اور دوسری مرتبہ انگوٹھا نہ موڑا، یوں تیس (۳۰) دن بنتے ہیں۔

رَوَيْتِ هَلَالِ رَمَضَانَ وَعِيدِ:

کسی بھی عربی مہینے کا دخول صرف دو ہی طرح سے ثابت ہو سکتا ہے۔ اولاً: رَوَيْتِ هَلَالِ سے۔ ثانیاً: ماہِ رواں کے اکمال سے۔

مثلاً ماہِ رَمَضَانَ کا چاند نظر آجائے تو اگلے دن روزہ ہو گا چاہے شعبان کے ابھی انیس (۲۹) دن ہی گزرے ہوں، اور اگر انیس (۲۹) شعبان کو مطلع ابر آلود و گرد آلود ہونے یا کسی بھی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو ماہِ شعبان کی گنتی تیس (۳۰) دن پوری کر کے اگلے دن کاروزہ ہو گا چاہے چاند نظر آئے یا نہ آئے۔ اسی طرح ہی اگر انیس (۲۹) رمضان کو چاند طلوع نہ ہو یا ابر و گرد اور باد و باران وغیرہ کی وجہ سے نظر نہ آئے تو رمضان کے تیس (۳۰) دن کی گنتی پوری کی جائیگی اور اس

[۱۰۹] صحیح ابی داؤد: ۲/۴۴۱ طبع مکتب التریبہ باریاض، مشکوٰۃ: ۱/۶۱۵، مع المراجعة: ۳/۲۰۸-۲۰۹۔



سے اگلے دن بہر صورت عید کی جائے گی، تیس رمضان کو شام کے وقت خواہ چاند نظر آئے یا نہ آئے۔ اور اگر انیس (۲۹) رمضان کی شام چاند نظر آجائے تو اگلا دن کیم شوال یعنی عید الفطر کا دن ہوگا۔

اس اصول کی بنیاد صحیح بخاری و مسلم، نسائی اور مسند احمد میں وارد اس ارشادِ نبوی ﷺ پر ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

«لَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْا الْهَيْلَالَ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غَمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهُ. (وَفِي رِوَايَةٍ) فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ»۔<sup>[۱۱۰]</sup>

”اس وقت تک روزہ رکھنا شروع نہ کرو جب تک کہ ہلالِ رمضان نہ دیکھ لو، اور اس وقت تک افطار (عید الفطر) نہ کرو جب تک کہ اسے (یعنی ہلالِ عید کو) دیکھ نہ لو، اور اگر (باد و باران وغیرہ کی وجہ سے) وہ نظر نہ آئے تو اس کا حساب کر لو۔ (اور ایک دوسری روایت میں اس کی تشریح بھی آگئی ہے کہ) ماہِ رواں شعبان کی گنتی تیس (۳۰) دن پوری کر لو۔“

### رؤیتِ ہلالِ رمضان کی شہادت:

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ رؤیتِ ہلال میں یہ شرط نہیں کہ ہر آدمی خود اپنی آنکھ سے ہی چاند دیکھے تو روزہ رکھے یا عید کرے، بلکہ روزہ رکھنے کے لئے ایک عاقل و بالغ، نیکِ خصال و صدقِ مقال اور قوی النظر شخص شہادت دے دے کہ اس نے چاند دیکھا ہے تو اس کی شہادت پر روزہ رکھنا واجب ہو جائے گا، جیسا کہ ابوداؤد، ابن حبان، مستدرک حاکم، دارمی اور بیہقی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

«تَرَأَى النَّاسَ الْهَيْلَالَ، فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنِّي رَأَيْتُهُ، فَصَامَ وَأَمَرَ

[۱۱۰] الفتح الربانی ترتیب و شرح مسند احمد: ۲۳۷/۹، و بحوالہ مشکوٰۃ: ۱/۶۱۵۔

النَّاسِ بِصِيَامِهِ» [۱۱۱]

”لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی اور میں نے نبی ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے، تو آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔“

یہ تو ایک معروف آدمی کی شہادت کا معاملہ ہے لیکن اگر کوئی شخص مستور الحال ہو، اس کے فسق و گناہ گار کبار یا عدم فسق کا علم نہ ہو تو ایک حدیث کی رو سے اس سے توحید و رسالت کی شہادت کا مطالبہ کرنے کے بعد اس کی شہادت قبول کی جاسکتی ہے، جیسا کہ سنن اربعہ و دار قطنی، ابن حبان، بیہقی و مستدرک حاکم اور دارمی میں ایک متکلم فیہ حدیث ہے کہ ایک آدمی (اعرابی) نے نبی ﷺ کو بتایا کہ میں نے چاند دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے اقرار توحید و رسالت کی شہادت طلب کی۔ اس نے اقرار کیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تب نبی ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا:

«يَا بَلَالُ! اذِّنْ فِي النَّاسِ فَلْيَصُومُوا غَدًا» [۱۱۲]

”اے بلال (رضی اللہ عنہ)! لوگوں میں اعلان کر دو کہ کل وہ روزہ رکھیں۔“

صرف ایک شاہد کی گواہی سے رمضان کا آغاز ثابت ہونا جمہور اہل علم کا مسلک ہے جن میں امام ابن المبارک، مشہور قول کے مطابق امام شافعی، امام احمد رضی اللہ عنہما اور احناف بھی شامل ہیں۔ [۱۱۳]

**روایت ہلال عید کی شہادت:**

ہلال رمضان کی روایت جیسی صورت ہی ہلال عید کے بارے میں بھی ہے سوائے اس کے کہ ابتداء رمضان یا روزہ رکھنے کے لئے صرف ایک ہی مسلمان کی شہادت کافی ہوتی ہے مگر انتہائے

[۱۱۱] المشقی مع النيل: ۳/۲، ۱۸۷/۱، مشکوٰۃ: ۱/۶۱۷، ارواء الغلیل: ۳/۱۶، صحیح، بلوغ الامانی شرح مسند احمد: ۹/۲۶۷۔

[۱۱۲] مشکوٰۃ: ۱/۶۱۷-۶۱۶، الارواء: ۳/۱۵، وضعہ، بلوغ الامانی: ۹/۲۶۷، صحیح، الحاکم فی المستدرک: ۱/۴۲۴، ووافقه الذہبی۔

[۱۱۳] بلوغ الامانی شرح مسند احمد الشیبانی: ۹/۲۶۸، ونیل الاوطار: ۲/۱۸۷۔

رمضان یا عید کا چاند دیکھنے کے بارے میں دو گواہوں کی شہادت ضروری ہے، جیسا کہ ابو داؤد و نسائی، دارقطنی اور مسند احمد میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ عہدِ نبوت میں ایک دفعہ انیتس (۲۹) رمضان کی شام کو چاند نظر نہ آیا تو لوگوں نے صبح تیسواں (۳۰) روزہ رکھا۔ دن کے وقت دو اعرابی آئے اور انہوں نے رات کو چاند دیکھ لینے کی شہادت دی تو نبی ﷺ نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ روزہ افطار کر لیں۔<sup>[۱۱۴]</sup>

اسی حدیث اور ایسی ہی بعض دیگر احادیث<sup>[۱۱۵]</sup> سے استدلال کیا جاتا ہے کہ عید کے چاند کے لئے دو آدمیوں کی شہادت ضروری ہے اور اس کے قائلین میں آئمہ اربعہ بھی شامل ہیں اور ان سب کا ایک دوسرا قول بھی ہے<sup>[۱۱۶]</sup>۔ اگرچہ بعض اہل علم نے ہر دو کے لئے ہی ایک ایک شہادت، اور بعض نے ہر دو کے لئے دو دو شہادتوں کو ضروری قرار دیا ہے۔ صرف ایک ہی شاہدِ عادل کی گواہی سے ہلالِ عید کا اثبات امام ابو ثور کا قول ہے جسے امام شوکانی نے ظاہر و راجح قرار دیا ہے<sup>[۱۱۷]</sup>۔ لیکن ان کے پاس کوئی صحیح و مرفوع حدیث پر مبنی دلیل نہیں ہے۔ صرف عبدالرحمن بن ابولیلیٰ سے مروی ایک اثر فاروقی ہے جو کہ مسند احمد و بزار میں ہے اس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے بتایا کہ میں نے شوال کا چاند دیکھا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِفْطِرُوا“.<sup>[۱۱۸]</sup> ”اے لوگو! روزہ افطار کر لو“۔

لیکن ایک تو یہ اثر ہے مرفوع حدیث نہیں، دوسرے یہ کہ یہ بھی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے بلکہ علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد میں اسے نقل کر کے لکھا ہے:

[۱۱۴] الفتح الربانی ترتیب مسند احمد و شرح: ۹/۶۶۵ و قال: اسنادہ حسن ثابت۔

[۱۱۵] الفتح و شرح: ۹/۲۶۳-۲۶۴، و نیل الاوطار: ۲/۳-۱۸۶-۱۸۹۔

[۱۱۶] بلوغ الامانی: ۹/۲۶۹۔

[۱۱۷] انیل: ۲/۳-۱۸۸۔

[۱۱۸] الفتح الربانی: ۹/۲۶۶-۲۶۷۔

”اس کی سند میں ایک راوی عبد الاعلیٰ ثعلبی ہے جس کے بارے میں امام نسائی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے، تاہم اس کی حدیث لکھی جائے گی اور دیگر آئمہ فن نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔“ [بخوالہ بلوغ الامانی ۹/۲۹۷]

لہذا یہ تو قابلِ حجت نہ ہوا۔ اور امام شوکانیؒ نے ان کی تائید میں جو اندازِ استدلال اختیار فرمایا ہے اس کی تفصیل نیل الاوطار میں دیکھی جاسکتی ہے [۱۱۹]۔ اب رہے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ رمضان و عید ہر دو کے اثباتِ ہلال کے لئے دو گواہ ضروری ہیں ان کا استدلال نسائی و دارقطنی اور مسند احمد میں حضرت عبدالرحمن بن زید بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے ہے جس میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«فَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ فَصَوْمُوا وَأَفْطِرُوا».

اور مسند احمد میں شاہدین کے بعد مُسْلِمَانِ بھی ہے اور دارقطنی میں ذَوَا عَدْلٍ ہے۔ [۱۲۰]

”اگر دو گواہ جو مسلمان ہوں اور عادل ہوں، وہ گواہی دے دیں کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے تو ان کی گواہی پر روزہ رکھو اور افطار (عید) کرو۔“

اس حدیث کی تائید ابوداؤد و دارقطنی کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں امیر مکہ حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«عَهْدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ نَنْسِكَ لِلرُّؤْيِيَةِ، فَإِنْ لَمْ نَرَهُ وَشَهِدَ شَاهِدًا عَدْلًا، نَسَكْنَا بِشَهَادَتَيْهِمَا».

”ہمیں نبی ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ ہم رؤیتِ ہلال پر عمل کریں اور اگر چاند نہ

[۱۱۹] النیل: ۳/۲-۱۸۷-۱۸۸۔

[۱۲۰] الفتح البانی: ۹/۲۶۳-۲۶۵، و بخوالہ المشقی مع النیل: ۳/۲-۱۸۷-۱۸۸، ارواء الغلیل: ۴/۱۶-۱۷ او صحیح۔

[۱۲۱] المشقی: ۳/۲-۱۸۹، او صحیح: الدار قطنی۔

دیکھ پائیں اور دو عادل شاہد گواہی دے دیں تو اس پر عمل کر لیں۔“

ان احادیث میں رمضان و عید ہر دو کے اثبات کے لئے دو گواہ مذکور ہیں لیکن رمضان کے سلسلہ میں چونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کی روایات میں ہے کہ ایک ہی گواہ کی شہادت پر روزہ رکھا گیا تھا لہذا ان ہر دو مواقع کے مابین فرق واضح ہو گیا۔ اور دو والی احادیث کے تو صرف مفہوم سے پتہ چلتا ہے کہ ایک کی شہادت سے روزہ نہیں رکھا جائے گا جبکہ ایک کی شہادت سے روزہ رکھنے والی احادیث کا منطوق (ظاہری الفاظ و مفہوم) بتاتا ہے کہ ایک کی شہادت اس موقع کے لئے کافی ہے اور مفہوم سے منطوق کی دلالت راجح ہوتی ہے، لہذا اثباتِ رمضان کے لئے ایک ہی شہادت کافی ہے۔ [۱۲۲]

### فیصلہ کن بات:

ان مختلف اقوال اور احادیث کے مابین جمع و تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے اور یہی فیصلہ کن بات بھی ہے کہ روزے کے لئے ایک اور عید کے لئے دو گواہوں والی بات ہی زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ روزہ ایک بوجھ یا مشقت محسوس ہوتا ہے اس کی شہادت و گواہی دینے میں کسی شبہ کا احتمال نہیں ہوتا جبکہ عید کے چاند سے ایک خوشی ہوتی ہے اور ایک شخص کی شہادت میں شبہ کا احتمال ممکن ہے، لہذا اس کے لئے دو آدمیوں کی گواہی کا ہونا ہی مناسب ہے۔ [۱۲۳]

### ایک نادر صورت:

اگر چاند نظر نہ آئے اور نہ ہی کوئی شہادت ہو تو تیس (۳۰) کی تعداد پوری کر لینی چاہیے، اور اگر کوئی ایسی شہادت ہو جو شرعاً معتبر نہ ہو تو ایسے موقع پر شہادت دینے والا خواہ واقع میں سچا ہی کیونکہ ہو اسے اکیلے اپنی روایت پر عمل نہیں کرنا چاہئے بلکہ باقی لوگوں کے ساتھ رہے، جس دن

[۱۲۲] بلوغ الامانی: ۹/۲۶۸۔

[۱۲۳] فتاویٰ علماء حدیث: ۶/۱۹۳ مؤلف مولانا علی محمد سعیدی، اطلاع ارباب الکمال مولانا عبدالعزیز نورستانی، ص: ۷۳، مکتبہ ایوبیہ، کراچی۔

سب لوگ روزہ رکھیں وہ بھی رکھے، اور جس دن سب لوگ عید کریں اسی دن وہ بھی عید کرے، اور قربانی و عید الاضحیٰ کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ ابو داؤد و ترمذی، ابن ماجہ و بیہقی اور دارقطنی میں حدیث ہے:

«الصَّوْمُ يَوْمَ تَصُومُونَ وَالْفِطْرُ يَوْمَ تَفْطِرُونَ وَالْأَضْحَى يَوْمَ تَضْحُونَ»۔ [۱۲۴]

”روزے کا دن وہی ہے جس دن تم سب لوگ روزہ رکھو اور عید کا دن وہی ہے جس دن تم سب لوگ عید کرو اور عید الاضحیٰ و قربانی کا دن وہی ہے جس دن تم سب قربانی کرو۔“

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر کبھی پہلا روزہ کسی وجہ سے نہ رکھا جاسکا ہو اور اٹھائیس (۲۸) روزے پورے ہونے پر ہلال عید نظر آجائے جیسا کہ پچھلے سالوں میں ایک مرتبہ ان عرب ممالک (خلیجی ریاستوں اور سعودی عرب) میں ایسا ہو گیا تھا تو ایسے میں تمام مسلمانوں کے ساتھ مل کر عید کر لینی چاہیے، بلا وجہ مسلمانوں کی عید کے دن انتیسویں (۲۹) روزے کے لئے بضد نہیں ہونا چاہیے، البتہ چونکہ یہ متفق علیہ بات ہے کہ کوئی عربی مہینہ انتیس (۲۹) دنوں سے کم نہیں ہو سکتا لہذا عید کے بعد سب کو ایک روزہ قضاء ضرور رکھ لینا چاہیے تاکہ تلافی مافات ہو جائے اور مسلمانوں کی عید کی اجتماعی خوشیوں میں شرکت بھی ہو جائے، اور چاند چونکہ نظر آ گیا ہے لہذا صحیحین و سنن میں وارد حدیث نبوی ﷺ:

«صَوْمًا لِرُؤْيَيْتِهِ وَأَفْطَرُوا لِرُؤْيَيْتِهِ»۔ [۱۲۵] پر بھی عمل ہو جائے گا۔ [۱۲۶]

اس سلسلہ میں اُس سال متعدد کبار علماء کے فتاویٰ بھی صادر ہوئے تھے جن میں یہی بات بیان کی

[۱۲۴] [الارواء: ۳/۱۱-۱۲ و صحیح، مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۵/۱۱۳، فتاویٰ علماء حدیث: ۶/۱۹۴]

[۱۲۵] [الارواء: ۳/۳، السننی: ۲/۱۸۹]

[۱۲۶] [ملخصہ فی الفتاویٰ: ۶/۲۰۷]

گئی تھی۔ [۱۲۷]

## دوسرے مقام کی روایت:

اگر ایک جگہ کے لوگ رمضان یا عید کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں لیکن بادل و باراں یا گرد و غبار کی وجہ سے چاند نہ دیکھ سکیں اور کسی دوسرے مقام پر مطلع صاف ہونے کی وجہ سے چاند دیکھ لیا جائے اور وہاں سے ٹیلیفون یا ٹیلیگرام (تار) کے ذریعے خبر پہنچ جائے کہ چاند دیکھا گیا ہے تو ٹیلیفون کی شکل انتہائی واضح ہے کہ اس پر اعتبار کیا جائے گا، کیونکہ خبر دینے والے کو پہچاننا مشکل نہیں ہوتا۔ البتہ ٹیلیگرام کے بارے میں فقہاء کی رائے کافی مختلف یا تفصیل پر مشتمل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح ہم اپنے دنیوی امور میں تار کو معتبر سمجھتے ہیں ایسے ہی اگر متعدد لوگوں کی طرف سے اتنے تار آجائیں جو حد تو اتار کو پہنچ جائیں اور خبر کا یقین ہو جائے تو وہ تار والی خبر بھی معتبر ہوگی۔ اور یہی معاملہ فیکس، قریبی ریڈیو، ٹی وی اور انٹرنیٹ (ای میل) کی خبر کا بھی ہے۔ کسی اسلامی ملک یا غیر مسلم ملک کے مسلمانوں کی کسی انجمن کی طرف سے بنائی گئی روایت ہلال کمیٹی چاند نظر آنے کا اعلان کر دے (جسے ان کے حوالے سے چاہے کوئی غیر مسلم اناؤنسر ہی کیوں نہ نشر کرے) اس ملک یا اس مقام کے ہمسایہ ممالک کے قریبی علاقوں میں رہنے والے عوام کے لئے شرعی حجت پوری ہو جاتی ہے۔ وہ ہلالِ رمضان ہو تو روزہ رکھ سکتے ہیں اور اگر ہلالِ شوال ہو تو عید کر سکتے ہیں، اس سلسلہ میں چاند کی خبر ہونے پر سنن اربعہ و دارمی والی حدیث میں نبی ﷺ کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو «أَذِنَ فِي النَّاسِ أَنْ يَصُومُوا غَدًا» [۱۲۸] کے الفاظ سے روزے کے اعلان کا حکم دینا سرکاری اعلان کی حیثیت سے قابل توجہ امر ہے۔

## اختلافِ مطالع کا اعتبار:

لیکن یہاں ایک اہم بات پیش نظر رہے کہ ریڈیو، ٹی وی، ٹیلیفون، ٹیلیگرام یا انٹرنیٹ کی خبر تو

[۱۲۷] فتویٰ الشیخ ابن باز فی فتاویٰ اسلامیہ: ۲/۱۳۲ طبع دار القلم، بیروت۔

[۱۲۸] مشکوٰۃ: ۱/۶۱۶-۶۱۷، الارواء: ۳/۱۵ وضعف، بلوغ الامانی: ۹/۲۶۷ و صحیحہ الحاکم فی المستدرک: ۱/۴۲۳ و وافقہ الذہبی۔

چند لمحات میں اطراف و اکنافِ عالم میں پہنچ جاتی ہے تو کیا جہاں کہیں بھی چاند نظر آئے اور جہاں جہاں تک خبر پہنچ جائے ان سب لوگوں پر روزہ رکھنا یا عید منانا واجب ہو جائے گا؟

یہ ایک معرکہ الآراء مسئلہ ہے جو ”اختلافِ مطالع“ کے عنوان سے محدثین عظام اور فقہاء کرام میں عہدِ قدیم سے ہی معروف چلا آ رہا ہے اور اہل علم نے اس موضوع پر بڑی طول طویل بحثیں لکھی ہیں جن سے شروح حدیث اور کتبِ فقہ بھری پڑی ہیں اور انہوں نے اس مسئلہ کو نکھارنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ ان تمام بحثوں کا خلاصہ جسے ”عطرِ گل“ کہا جاسکتا ہے، یہ ہے کہ:

پوری دنیا میں چاند کا مطلع یا وقتِ طلوع ایک نہیں ہو سکتا بلکہ بعض ممالک میں چاند شام کو نظر آسکتا ہے جبکہ دوسرے دور کے ممالک میں اسی دن چاند کا نظر نہ آنا آج ایک کھلی ہوئی حقیقت بن چکا ہے، لہذا اختلافِ مطالع کا اعتبار کیا جائے گا یعنی یہ ضروری نہیں کہ جس دن سعودی عرب اور قریبی خلیجی ریاستوں یا ممالک میں روزہ یا عید ہو اسی دن پاک و ہند اور دنیا کے دیگر دور افتادہ ملکوں میں بھی ہو، اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ جس دن ایران و افغانستان میں روزہ یا عید ہو اسی دن انڈیا اور بنگلادیش میں بھی ہو، بلکہ ہر ملک کی اپنی اپنی رویت ہے اور وہاں کے رہنے والے لوگ اسی کے پابند ہیں۔ اس بات کو احناف نے بھی مانا ہے۔ [۱۲۹]

### مطالع میں اختلاف کے لئے مسافت:

یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ وہ دوری کتنی ہے کہ جس میں دو جگہوں یا ملکوں میں چاند کا مختلف دنوں میں نظر آنا ممکن ہے اور اس دوری و مسافت پر واقع ممالک کی اپنی اپنی رویت شمار ہوگی۔ اس مسافت کے سلسلہ میں بھی فقہاء اور اہل علم نے متعدد آراء ظاہر کی ہیں، بعض نے مجمل طور پر لکھا ہے کہ عراق و حجاز اور شام ایسے ممالک ہیں اور اتنی دوری پر واقع ہیں کہ وہاں کے لوگوں کے لئے ایک دوسرے کے ملک کی رویت کافی نہیں اور نہ ہی وہ دوسرے ملک کی رویت پر

[۱۲۹] دیکھیے: جدید فقہی مسائل از مولانا خالد سیف اللہ، ص: ۲۹ و ما بعد۔



عید کرنے یا روزہ رکھنے کے پابند ہیں، بلکہ ان تینوں ملکوں میں سے ہر ملک خود اپنی رویت پر انحصار کرے گا۔ اور حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کے ارشاد:

(لِكُلِّ أَهْلِ بَلَدٍ رُؤْيَتُهُمْ) ”ہر ملک کی اپنی اپنی رویت ہے۔“

کا یہی مطلب ہے کہ ایسے ملکوں کی اپنی اپنی رویت ہے۔<sup>[۱۳۰]</sup>

اس مجمل مسافت یا دوری کی مزید وضاحت اس امر سے بھی ہو جاتی ہے کہ علم ہیئت و جغرافیہ کے ماہرین کا کہنا ہے کہ غروبِ آفتاب کے وقت چاند اگر کسی ملک میں آٹھ درجے بلند ہے تو وہ غروبِ آفتاب کے بعد تیس (۳۰) منٹ تک رہے گا۔ ایسا چاند اس مقامِ رویت سے مشرقی علاقہ میں پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) یا پانچ سو (۵۰۰) میل تک ضرور موجود ہوگا، تو گویا جہاں چاند نظر آ جائے وہاں سے مشرق کی جانب پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) یا کم از کم پانچ سو (۵۰۰) میل تک طلوعِ ہلال کا اعتبار ہوگا، اس سے آگے نہیں، اور مقامِ رویت سے مغربی جانب کے ممالک میں مطلقاً رویتِ ہلال کا اعتبار ہوگا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مشرق میں چاند نظر آجائے تو مغرب میں اس کا طلوع ضروری ہے، لیکن مغرب میں اس کے دیکھے جانے سے مشرق میں بھی اس کا دیکھا جانا ضروری نہیں۔<sup>[۱۳۱]</sup>

علماء و فقہاءِ احناف کی نظر میں:

پاک و ہند کے معروف حنفی عالم و محقق مولانا عبدالحی لکھنوی نے اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور مختلف فقہاء کی کتابوں سے اقتباسات بھی نقل کیے ہیں، مثلاً وہ ”مراقی الفلاح“ نامی کتاب سے اس کے مصنف کا اختلافِ مطالع کے بارے میں نظریہ ان کے اپنے الفاظ سے یوں

[۱۳۰] المغنی لابن قدامہ: ۳/۸۱ طبع دوم، ۴/۳۲۸ طبع جدیدہ محققہ۔

[۱۳۱] بحوالہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، شمارہ بابت ۱۶ جنوری ۱۹۸۷ء، نیز دیکھیے: رمضان المبارک کے فضائل و احکام۔ علامہ عبید اللہ رحمانی (صاحب مرعاۃ)، ص: ۸-۱۲ طبع جامعہ سلفیہ بنارس۔

نقل کرتے ہیں:

(وَقِيلَ يَخْتَلِفُ ثُبُوتُهُ بِإِخْتِلَافِ الْمَطَالِعِ وَإِخْتَارَهُ صَاحِبُ  
التَّجْرِيدِ، كَمَا إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ عِنْدَ قَوْمٍ وَعَرَبَتْ عِنْدَ غَيْرِهِمْ.  
فَالظُّهْرُ عَلَى الْأَوْلِيِّنَ لَا الْمَغْرِبَ لِعَدَمِ إِنْعِقَادِ السَّبَبِ فِي حَقِّهِمْ).  
”بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اختلافِ مطالع کی وجہ سے رویتِ ہلال کے  
ثبوت میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ تجرید القدوری کے مصنف نے اسی کو ترجیح دی  
ہے جیسا کہ جب کچھ لوگوں کے یہاں سورج سر سے ڈھل جائے اور دوسروں کے  
یہاں غروب ہو جائے تو پہلے لوگوں پر ظہر ہے نہ کہ مغرب، کیونکہ ان کے حق میں  
مغرب کا سبب متحقق نہیں ہوا ہے۔“

”مراقی الفلاح“ کے حاشیہ پر علامہ طحاوی لکھتے ہیں:

(وَهُوَ الْأَشْبَهُ لِأَنَّ إِنْفِصَالَ الْهَلَالِ مِنْ شُعَاعِ الشَّمْسِ يَخْتَلِفُ  
بِإِخْتِلَافِ الْأَقْطَارِ كَمَا فِي دُخُولِ الْوَقْتِ وَخُرُوجِهِ وَهَذَا مُثَبَّتٌ  
فِي عِلْمِ الْأَفْلَاكِ وَالْهَيْئَةِ وَأَقَلُّ مَا اخْتَلَفَ الْمَطَالِعُ مَسِيرَةَ شَهْرِ  
كَمَا فِي الْجَوَاهِرِ).

”یہی رائے زیادہ صحیح ہے کیونکہ چاند کا سورج کی کرنوں سے الگ ہونا علاقوں کے  
بدلنے سے بدلتا رہتا ہے جیسا کہ اوقات (نماز) کی آمد و رفت میں۔ اور یہ فلکیات  
و علم ہیئت کے مطابق ایک ثابت شدہ حقیقت ہے، اور کم از کم جس مسافت سے  
اختلافِ مطالع واقع ہوتا ہے وہ جواہر نامی کتاب کے مطابق ایک ماہ کی مسافت  
ہے۔“

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

(أَهْلُ بَلَدَةٍ إِذَا رَأَوْا الْهَلَالَ هَلْ يَلْزَمُ فِي حَقِّ كُلِّ بَلَدَةٍ؟ أُخْتَلِفَ فِيهِ  
فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ: لَا يَلْزَمُ .... وَفِي الْقُدُورِيِّ: إِنْ كَانَ بَيْنَ الْبَلَدَتَيْنِ  
تَفَاوُتٌ لَا يَخْتَلِفُ بِهِ الْمَطَالِعُ يَلْزَمُهُ)

”ایک شہر والے جب چاند دیکھ لیں تو کیا تمام شہروں والوں کے حق میں رویت لازم ہو جائے گی؟ اس میں اختلاف ہے، بعض کی رائے ہے کہ لازم نہیں ہوگی، اور قدوری میں ہے کہ اگر دو شہروں کے مابین ایسا تفاوت و دوری ہو کہ مطلع تبدیل نہ ہوتا ہو تو اس صورت میں رویت لازم ہوگی۔“

صاحب ہدایہ اپنی ایک دوسری کتاب ”مختارات النوازل“ میں لکھتے ہیں:

(أَهْلُ بَلَدَةٍ صَامُوا تِسْعَةَ وَعِشْرِينَ يَوْمًا بِالرُّؤْيَا، وَأَهْلُ بَلَدَةٍ أُخْرَى  
صَامُوا ثَلَاثِينَ بِالرُّؤْيَا فَعَلَى الْأَوَّلِينَ قَضَاءٌ إِذَا لَمْ يَخْتَلِفِ الْمَطَالِعُ  
بَيْنَهُمَا، أَمَّا إِذَا اخْتَلَفَ لَا يَجِبُ الْقَضَاءُ)

”ایک شہر والوں نے رویت ہلال کے بعد ۲۹ روزے رکھے اور دوسرے شہر والوں نے چاند کی بناء پر ۳۰ روزے رکھے تو اگر ان دونوں شہروں میں مطلع کا اختلاف نہ ہو تو ۲۹ روزے رکھنے والوں کو ایک دن کی قضاء کرنی چاہیے اور اگر دونوں شہروں کا مطلع جداگانہ ہو تو قضاء کی ضرورت نہیں۔“

معروف حنفی محدث علامہ زلیعی نے کنز الدقائق کی شرح ”تبيين الحقائق“ میں اختلافِ مطلع کے موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں فقہاء احناف کے مابین پایا جانے والا اختلاف نقل کرنے کے بعد خود جو فیصلہ صادر کیا ہے وہ یہ ہے:

(الْأَشْبَهُ أَنْ يُعْتَبَرَ لِأَنَّ كُلَّ قَوْمٍ مُحَاطَبُونَ بِمَا عِنْدَهُمْ وَإِنْفِصَالِ  
الْهَلَالَ عَنْ شُعَاعِ الشَّمْسِ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْمَطَالِعِ كَمَا فِي

## دُخُولِ وَقْتِ الصَّلَاةِ وَخُرُوجِهِ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْأَقْطَارِ

”زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اختلافِ مطالع معتبر ہے کیونکہ ہر قوم و جماعت اس کی مخاطب ہوتی ہے جو اس کو درپیش ہو اور چاند کا سورج کی کرنوں سے الگ ہونا مطالع کے اختلاف سے مختلف ہوتا رہتا ہے، جیسا کہ نمازوں کے ابتدائی اور انتہائی اوقات علاقوں کے مختلف ہونے کی بناء پر مختلف ہوتے رہتے ہیں۔“

اس موضوع پر مفصل گفتگو کرنے اور فقہاء کی کتابوں سے اقتباسات نقل کرنے کے بعد علامہ لکھنویؒ نے جو چچا تلامذہ فیصلہ صادر کیا ہے وہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے:

(اصح المذاهب عقلاً و نقلًا ہمیں است کہ ہر دو بلدہ کہ فیما بین آنہما مسافتے باشد کہ درآں اختلاف مطالع می شود و تقدیرش مسافت یک ماہ است دریں صورت حکم رویت یک بلدہ بہ بلدہ دیگر نخواہد شد و در بلاد متقاربه کہ مسافت کم از کم یک ماہ داشته باشند حکم رویت یک بلدہ دیگر لازم خواہد شد)۔ [۱۳۲]

”عقل و نقل ہر دو اعتبار سے سب سے صحیح مسلک یہی ہے کہ ایسے دو شہر جن میں اتنا فاصلہ ہو کہ ان کے مطالع بدل جائیں جس کا اندازہ ایک ماہ کی مسافت سے کیا جاتا ہے اس میں ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لئے معتبر نہیں ہونی چاہیے اور قریبی شہروں میں جن کے مابین ایک ماہ سے کم کی مسافت ہو ان میں ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لئے لازمی و ضروری ہوگی۔“

جدید فقہی مسائل کے مؤلف مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (فاضل دیوبند) نے لکھا ہے کہ ”راقم الحروف کے خیال میں یہ رائے بہت معتدل، متوازن اور قرین عقل ہے۔ البتہ اختلافِ مطالع کی حدیں متعین کرنے میں ”ایک ماہ کی مسافت“ کی قید کی بجائے جدید ماہرین فلکیات کے

[۱۳۲] مجموعۃ الفتاویٰ علی ہامش خلاصۃ الفتاویٰ: ۱/ ۲۵۵-۲۵۶ بحوالہ جدید فقہی مسائل، ص: ۸۱-۸۳، نیز دیکھیے: اطلاع ارباب الکمال، مولانا عبد العزیز نورستانی، ص: ۴۳-۴۷۔

حساب اور ان کی رائے پر اعتماد کیا جانا زیادہ مناسب ہوگا۔“ [۱۳۳]

### ندوة العلماء کا ایک اجلاس:

مجلس تحقیقاتِ شرعیہ ندوة العلماء لکھنؤ کا ایک اجلاس ۳ اور ۴ فروری ۱۹۶۷ء کو منعقد ہوا جس میں مختلف مکاتبِ فکر کے علماء اور نمائندہ شخصیتوں نے شرکت کی۔ اس میں مسئلہ ”رؤیتِ ہلال“ کے تمام پہلوؤں پر غور اور فیصلے کیے گئے جن میں سے ہی یہ بھی تھا کہ بلادِ قریبہ وہ شہر ہیں جن کی رؤیت میں عادتاً ایک دن کا فرق نہیں پڑتا (یعنی ایک ہی شام چاند نظر آجاتا ہے) اور فقہاء نے ایک ماہ کی مسافت جو پانچ چھ سو میل ہوتی ہے اتنی مسافت پر واقع شہروں کو بلادِ بعیدہ قرار دیا ہے جن کی رؤیت الگ الگ سمجھی جائے گی (کہ ایک جگہ چاند نظر آسکتا ہے اور دوسری جگہ نہیں)، اور اس سے کم مسافت کے شہروں کو بلادِ قریبہ قرار دیا گیا ہے جن میں سے ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لئے کافی و معتبر ہوگی۔ اور یہ بھی طے کیا گیا کہ مجلس ایک ایسے چارٹ کی ضرورت سمجھتی ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ مطلع (چاند طلوع ہونے یا اس کے نظر آنے کا مقام) کتنی مسافت پر بدلتا ہے اور کن کن ملکوں کا آپس میں مطلع ایک ہے۔ اور پاک و ہند کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے۔ علماء پاک و ہند کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور غالباً تجربہ سے بھی یہی ثابت ہے۔ ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بُعدِ مسافت نہیں ہے کہ مہینہ میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو۔ البتہ مصر و حجاز جیسے ملکوں کا مطلع پاک و ہند سے دور ہونے کی وجہ سے الگ ہے، لہذا ان میں پاک و ہند میں طلوعِ ماہتاب (طلوعِ ہلال) میں ایک دن کا فرق واقع ہو جاتا ہے، لہذا ان ملکوں کی رؤیت پاک و ہند والوں کے لئے لازم نہیں ہے۔ [۱۳۴]

برصغیر کے معروف عالم مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی نے لکھا ہے:

”ہندوستان میں وارننگل و سلی کوری اور مدراس و میسور کے مابین بھی یہی اختلاف ممکن ہے

[۱۳۳] حوالہ سابقہ۔

[۱۳۴] مختصر احوالہ جدید فقہی مسائل، ص: ۸۳-۸۴۔

(جو مختلف ملکوں میں ہے)، ہندوستان ایک ہی ملک ہے لیکن سطح کی بلندی اور پستی کا فرق واضح ہے۔ شملہ اور آبو کا افق اور کلکتہ و چیرالو کی کا افق اپنے پھیلاؤ میں ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ طول البلاد کا اتنا فرق ہے کہ مطلع ان سب مقامات کا ایک نہیں ہو سکتا۔“ [۱۳۵]

### شکست و ریخت:

اختلافِ مطلع کے سلسلہ میں یہاں پر واضح کر دیں کہ احناف کے یہاں بھی اگرچہ اختلاف موجود ہے لیکن احناف کا مشہور مذہب یہی ہے کہ اختلافِ مطلع کا اعتبار ہے اور یہی صحیح تر بات ہے کہ اعتبار کیا جائے حتیٰ کہ مولانا عبدالحیٰ اور بعض دیگر حنفی اصحابِ علم نے بھی اسے ہی صحیح قرار دیا ہے، اس مسئلہ کے تعلق سے حنفی مذہب میں جو شکست و ریخت نظر آرہی ہے وہ اس امر سے مزید واضح ہو جاتی ہے کہ جدید فقہی مسائل کے حنفی مؤلف نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ مطلع میں اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ مسئلہ اب نظری نہیں رہا بلکہ یہ بات مشاہدہ اور تجربہ کی سطح پر ثابت ہو چکی ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں مطلع کا اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے بعض مقامات ایسے ہیں جن کے درمیان بارہ بارہ گھنٹوں کا فرق ہے، عین اس وقت جبکہ ایک جگہ دن اپنے شباب پر ہوتا ہے، دوسری جگہ رات اپنا آدھا سفر طے کر چکی ہوتی ہے۔ ٹھیک اس وقت جب کہ ایک جگہ ظہر ہوتی ہے دوسری جگہ مغرب کا وقت ہو چکا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ان حالات میں ان مقامات کا مطلع ایک ہو ہی نہیں سکتا۔ فرض کیجیے کہ جہاں مغرب کا وقت ہے اگر وہاں چاند نظر آئے تو کیا جہاں ظہر کا وقت ہے وہاں بھی چاند نظر آجائے گا؟ یا اس کو مغرب کا وقت تسلیم کر لیا جائے گا؟

دوسرا مسئلہ جو اختلافِ مطلع کے اعتبار یا عدم اعتبار سے تعلق رکھتا ہے اس کے بارے میں احناف کا مشہور مسلک ذکر کرنے اور شافعیہ وغیرہ کے مسلک کا تذکرہ کرنے کے بعد مولانا خالد سیف اللہ لکھتے ہیں:

[۱۳۵] الاعتصام، جلد ۲۶، شمارہ ۳۲، بحوالہ فتاویٰ علماء حدیث: ۶/۱۶۳۔

”یہ بات بہت واضح ہے کہ نمازوں کے اوقات میں سبھی اختلافِ مطالع کا اعتبار کرتے ہیں، اگر ایک جگہ ظہر یا عشاء کا وقت ہو چکا ہو اور دوسری جگہ نہ ہو تو جہاں وقت نہ ہو وہاں کے لوگ محض اس بناء پر ظہر و عشاء کی نماز ادا نہیں کر سکتے کہ دوسری جگہ ان نمازوں کا وقت ہو چکا ہے۔ یا ایک جگہ اگر مہینہ کا اٹھائیسواں (۲۸) ہی دن ہے اور دوسری جگہ انتیسواں (۲۹) جہاں چاند نظر آگیا تو محض اس بناء پر کہ دوسری جگہ چاند نظر آگیا ہے ۲۸ ویں تاریخ ہی پر مہینہ ختم کر کے اگلے دن رمضان یا عید نہیں کی جائے گی۔ اس لئے یہ بات فطری اور انتہائی منطقی ہے کہ مطالع کا اختلاف اور اسی لحاظ سے رمضان و عید کا اختلاف تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔“ [۱۳۶]

بعض متجددین کی طرف سے جو ”وحدتِ امت“ کے لئے دنیا بھر میں ”وحدتِ عید“ کا شاخسانہ تیار کیا گیا ہے، مولانا عطاء اللہ حنیف (شارح نسائی)، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی (سابق امیر مرکزی جمعیت - پاکستان)، مولانا عبدالقدوس ہاشمی حنفی، مولانا مودودی، مولانا عبدالماجد دریابادی اور مولانا عزیز زبیدی نے الاعتصام لاہور، جسارت کراچی، فکر و نظر اسلام آباد، محدث لاہور اور تفسیر ماجدی میں اس کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے۔ [۱۳۷]

رؤیتِ ہلال، وحدتِ امت اور اختلافِ مطالع کے موضوع کی مزید تفصیلات کے لئے دیکھیے:

(۱) المغنی: ۳/ ۸۱-۸۳ تحقیق محمد خلیل ہراس، طبع مصر۔

(۲) نیل الاوطار: ۲/ ۱۹۳-۱۹۵۔

(۳) فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۵/ ۱۰۳-۱۱۲۔

(۴) فتاویٰ علماء حدیث: ۶/ ۱۲۰-۲۰۷۔

[۱۳۶] دیکھیے: جدید فقہی مسائل، ص: ۷۹-۸۰۔

[۱۳۷] للتفصیل: فتاویٰ علماء حدیث: ۶/ ۱۶۳، ۱۸۳، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، اطلاع ارباب الکمال نورستانی، ص: ۱۰-۲۳، و فتویٰ شیخ

ابن باز فی فتاویٰ اسلامیہ: ۲/ ۱۳۶۔

(۵) الفتح الربانی و شرحہ: ۹/۲۷۰-۲۷۲۔

(۶) اطلاع ارباب الکمال علی ثبوت رؤیۃ الہلال، ص: ۴-۷۶ مؤلفہ مولانا عبد العزیز نورستانی۔

(۷) جدید فقہی مسائل، ص: ۶۷-۷۴۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے:

کبھی یہ صورت بھی پیش آسکتی ہے کہ ہمارے ان خلیجی یا دوسرے ممالک میں رہنے والوں میں سے کسی نے اپنی مقامی رؤیت کے حساب سے روزہ رکھنا شروع کیا اور عید الفطر سے چند دن قبل پاکستان یا انڈیا وغیرہ چلا گیا تاکہ اپنے عزیزوں کے ساتھ مل کر عید کی خوشیاں منا سکے جبکہ وہاں عموماً روزوں کا آغاز ایک دن بعد ہوتا ہے۔

اس کے برعکس یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے چند روزے اپنے ملک میں رکھنے کے بعد وہ یہاں عرب ممالک میں آجائے جبکہ یہاں والوں نے اس سے ایک دن پہلے روزہ رکھا تھا۔ ان ہر دو صورتوں میں سے کبھی تو کسی کے دوسروں کے ساتھ رہنے سے صرف اٹھائیس (۲۸) روزے ہی ہو پاتے ہیں اور کبھی اکتیس (۳۱) بھی ہو سکتے ہیں جبکہ نہ یہ صحیح ہے اور نہ ہی وہ درست۔

پس چہ باید کرد؟

مذکورہ دونوں صورتوں کے نتیجہ میں پیش آمدہ سوال کا جواب یہ ہے کہ:

”اگر کوئی شخص کسی جگہ مقامی رؤیت کے حساب سے روزہ رکھنا شروع کرتا ہے، پھر وہ کسی ایسے ملک کی طرف سفر کر جاتا ہے جہاں کے رہنے والوں نے ایک دن پہلے روزہ رکھنا شروع کیا تھا، تو وہ شخص (۲۹) روزے پورے ہو جانے کی صورت میں) انہی کے ساتھ عید الفطر کر لے اور ان کے پہلے روزے کی جگہ اسے ایک دن کا روزہ قضاء کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔“

اگر وہ کسی ایسے ملک کی طرف سفر کر جاتا ہے جہاں کے لوگوں نے اس شخص سے ایک دن بعد میں روزہ رکھنا شروع کیا تھا تو اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:



”اگر وہ کہیں کہ وہ اکیلا ہی (ایک روزہ پہلے رکھ چکنے کی وجہ سے) عید الفطر کر لے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے اکیلا آدمی چاند دیکھ لیتا ہے تو وہ اکیلا ہی مشہور قول کے مطابق افطار (عید الفطر) نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ ان کے ساتھ ہی روزے رکھتا رہے تو اس کے روزے (وہاں تیس (۳۰) ہونے کی شکل میں) اکتیس (۳۱) ہو جائیں گے۔“

لہذا اگر اہل بلد اپنے روزے مکمل کر کے عید کریں مگر اس کے تاخیرِ رویتِ ہلال اور تاخیرِ آغازِ رمضان کی وجہ سے روزے پورے ہونے کی بجائے صرف اٹھائیس (۲۸) رہ جائیں تو بھی یہ ان مقامی لوگوں کے ساتھ عید کر لے اور بعد میں ایک روزہ قضاء کر لے کیونکہ رمضان کسی بھی صورت میں اٹھائیس (۲۸) دنوں کا نہیں ہو سکتا۔

”اگر تقدیمِ رویتِ ہلال اور تقدیمِ آغازِ رمضان کی وجہ سے اس کے روزے تو تیس (۳۰) ہو گئے مگر مقامی لوگ اپنی رویت کے حساب سے اگلے دن بھی روزہ رکھیں تو اس شخص کو اختیار ہے کہ یہ افطار کر لے (یعنی روزہ نہ رکھے) مگر (مقامی رویت کے حساب سے جاری) رمضان المبارک کے احترام کی خاطر سرعام کھانے پینے سے گریز کرے۔ اور چاہے تو مقامی لوگوں کے ساتھ احتیاطاً محض نفلی طور پر روزہ رکھ لے۔ نفلی اس لئے کہ رمضان المبارک کے دن بالاتفاق اکتیس (۳۱) ہو ہی نہیں سکتے۔ اور وہ اپنے تیس (۳۰) روزے پورے کر چکا ہے، اور یہ دوسری (نفلی روزہ رکھ لینے والی) صورت ہی بظاہر افضل ہے۔“ [۱۳۸]

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سلسلہ میں ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فتویٰ صادر فرمایا ہے جس میں اٹھائیس (۲۸) روزے رہ جانے کی شکل میں تو وہ انتیسواں (۲۹) روزہ رکھنا ضروری قرار دیتے ہیں کہ کوئی عربی مہینہ انتیس (۲۹) دنوں سے کم ہوتا ہی نہیں، البتہ دوسری شکل میں اگر اسے اکتیسواں (۳۱) روزہ بھی رکھنا پڑے تو وہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

[۱۳۸] للتفصیل: المجموع شرح المہذب للامام نووی: ۶/۳۹۲-۳۹۳، طبع مصر، مجموع فتاویٰ امام ابن تیمیہ: ۲۶/۱۰۶ و ۱۰۷۔

«الصَّوْمُ يَوْمَ تَصُومُونَ وَالْفِطْرُ يَوْمَ تَفْطِرُونَ».

”روزہ اسی دن سے شروع ہے جس دن سے تم سب روزہ رکھو اور عید اسی دن ہے جس دن تم سب کی عید ہو“۔

اس حدیث کی روشنی میں اکتیسواں روزہ رکھنا بھی واجب قرار دیتے ہیں۔<sup>[۱۳۹]</sup>

اس فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں اکتیسواں روزہ بھی نفلی طور پر نہیں بلکہ وجوباً رکھنا ہو گا جبکہ یہ بات موصوف کے خود اپنے قول کہ ”کوئی عربی مہینہ انیتس (۲۹) دنوں سے کم ہوتا ہی نہیں“ کے مفہوم کے خلاف ہے، کیونکہ جس طرح کوئی عربی مہینہ انیتس (۲۹) دنوں سے کم نہیں ہوتا اسی طرح ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ کوئی عربی مہینہ تیس (۳۰) دنوں سے بالاتفاق زیادہ بھی نہیں ہوتا جیسا کہ علامہ ابن رشد نے رمضان المبارک کے روزوں کی کم از کم تعداد ۲۹ اور زیادہ سے زیادہ ۳۰ پر اجماع امت نقل کیا ہے۔<sup>[۱۴۰]</sup>

غرض صورتِ حال پوری طرح واضح ہو گئی ہے کہ روزہ رکھنا ہی افضل و احوط ہے وجوباً ہو یا نفلاً۔

### طویل الاوقات علاقوں میں روزہ:

رؤیتِ ہلال کے ضمن میں ہی یہ بات بھی آتی ہے اور پیش بھی آسکتی ہے کہ کوئی شخص کسی ایسے مقام پر قیام پذیر ہو جہاں وقت کے پیمانے الگ ہی ہوں، مثلاً ہماری طرح چو بیس (۲۴) گھنٹے کے شب و روز نہ ہوں بلکہ بائیس (۲۲) گھنٹوں کا دن اور دو (۲) گھنٹوں کی رات ہو یا پھر وہاں طویل عرصہ تک دن رہے اور پھر طویل عرصہ تک رات رہے، تو ایسے طویل الاوقات علاقوں میں روزہ کیسے رکھا جائے گا؟

[۱۳۹] بحوالہ فتاویٰ اسلامیہ ۲/ ۱۳۳، و الفتاویٰ لابن باز: ۱/ ۱۱۷، سلسلہ ”کتاب الدعوة“ الریاض، وماہنامہ الفرقان، قبرص (سائپرس) و

کویت، جلد اول، شمارہ ۴، بابت ماہ رمضان ۱۴۰۹ھ اپریل ۱۹۸۹ء۔

[۱۴۰] بدایۃ المجتہد: ۱/ ۲۸۳-۲۸۴، طبع مکتبۃ المعارف الریاض۔

اس سلسلہ میں پہلے یہ بات پیش نظر رکھیں کہ روزہ کے اوقات کے بارے میں قرآن و سنت میں تصریح موجود ہے کہ طلوعِ فجر سے روزے کا آغاز اور غروبِ آفتاب پر اس کا اختتام ہوتا ہے اور بعض جزوی باتوں پر معمولی اختلاف سے قطع نظر یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے جس سے یہ تو ظاہر ہے کہ اس کے اصل اوقات یہی ہیں۔ جغرافیائی اور موسمی حالات کے لحاظ سے ان میں کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے اور ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ خود پاک و ہند میں ایسا تفاوت ہوتا رہتا ہے۔

اب اگر کہیں اوقات کا تھوڑا بہت فرق ہو، مثلاً دن بارہ (۱۲) گھنٹوں کی بجائے سولہ (۱۶) یا سترہ (۱۷) گھنٹوں کا ہو جائے تو ظاہر ہے کہ روزہ کا حکم تب بھی یہی رہے گا۔ لیکن اگر کہیں غیر معمولی فرق ہو جائے مثلاً بیس (۲۰) یا بائیس (۲۲) گھنٹوں کا دن ہو جائے اور صرف دو چار گھنٹوں کی رات رہ جائے تو بھی قرآن و سنت کے عمومی احکام کا تقاضا تو یہی ہے کہ روزہ طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک ہو اور احناف کا فتویٰ اسی پر ہے۔<sup>[۱۴۱]</sup>

البتہ چونکہ بسا اوقات اس کی وجہ سے غیر معمولی مشقت پیدا ہو جائے گی اور عمر رسیدہ یا کمزور آدمیوں کے لئے روزہ رکھنا دشوار ہو جائے گا، اسلئے علماء اس بات پر غور کر سکتے ہیں کہ کیا دوسرے قریبی معتدل موسم کے علاقوں کی رعایت کرتے ہوئے غروبِ آفتاب سے پہلے روزہ افطار کر لینا درست ہو گا یا نہیں؟ اور اس بات کا فیصلہ کرنے میں فقہاء کے وہ خیالات بھی سامنے رکھے جاسکتے ہیں جن میں وہ کہتے ہیں:

(الْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ وَالضَّرْرُ يُزَالُ)

”مشقت آسانی کا باعث ہوتی ہے اور یوں ضرر زائل کیا جائے گا۔“

اور فقہاء احناف نے تو بھوک و پیاس کی ہلاکت خیز شدت کو بھی روزہ توڑنے کے لئے عذر قرار دیا ہے، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ایسے اعذار کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہی اعذار میں سے بھوک و پیاس کی شدت ہے جس سے ہلاکت یا دماغی توازن بگڑ جانے کا خطرہ و اندیشہ ہو جائے،

[۱۴۱] دیکھیے: جدید فقہی مسائل، ص: ۸۵۔

جیسے کوئی کنیز، کام کی انجام دہی سے عاجز ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے ہلاکت کا اندیشہ رکھتی ہو۔ ایسے ہی وہ شخص جسے شاہی افسر تعمیری یا زراعتی کاموں کے لئے سخت گرم دنوں میں کہیں لے جائے اور اس کی ہلاکت یا دماغ کے متاثر ہو جانے کا اندیشہ ہو۔<sup>[۱۳۲]</sup>

ایسے میں روزہ توڑنے کی تو اجازت دی گئی ہے اور ایسی نادر صورتوں میں اس پر کوئی کفارہ بھی نہیں ہو گا بلکہ صرف قضاء ہی ہوگی۔ اور اگر کہیں ایسی صورت مسلسل ہو تو اس کے بارے میں اہل علم کو سوچنا چاہیے کہ وہ لوگ اگر قریبی معتدل موسم والے علاقوں کی رعایت کرتے ہوئے غروب آفتاب سے پہلے روزہ افطار کر لیں تو ان کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

البتہ جہاں ایک طویل عرصہ (کئی ماہ) تک دن اور پھر اسی طرح رات کا سلسلہ رہتا ہو (جیسے قطبین اور ان کے قریبی علاقے ہیں) وہاں روزہ کا کیا حکم ہے؟

اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں جس کی بنیاد طویل الاوقات علاقوں میں نماز کے حکم پر ہے۔ ایسے علاقوں میں اندازہ سے پانچ نمازیں ادا کی جائیں گی کیونکہ نماز پنجگانہ کی فرضیت بلا تخصیص تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے اور اس بات کا پتہ خود حدیث شریف میں مذکور ایک واقعہ سے بھی چلتا ہے جس میں حضرت نو اس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے ظہور کے وقت ایک ایسے دن کی پیشین گوئی فرمائی ہے جو ایک سال کے برابر ہو گا اور اس حدیث میں مذکور ہے:

«فَذَلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَسَنَتْهُ، أَتَكْفِينَا فِيهِ صَلَاةُ يَوْمٍ؟»، قَالَ: لَا،  
أَقْدَرُوا لَهُ قَدْرَهُ ... إلخ»۔<sup>[۱۳۳]</sup>

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس دن جو ایک سال کے مساوی ہو گا کیا ایک دن کی نماز کافی ہو

[۱۳۲] فتاویٰ عالمگیری، ج ۱۰، سابقہ ایضاً۔

[۱۳۳] صحیح مسلم مع النووی: ۹/۱۸، ۶۵-۶۶، صحیح الترمذی لابانی: ۲/۲۳۹، طبع الریاض، مکتب الترویج لدول الخلیج۔

جائے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس دن اندازہ سے کام لو۔

اس حدیث نے گویا نمازوں کے مسئلہ کو دو ٹوک کر دیا ہے کہ ان کے اوقات کے لئے اندازہ سے کام لیا جائے گا کہ ہر چوبیس (۲۴) گھنٹوں کو ایک شب و روز تصور کر کے اوقاتِ نماز کے درمیان جو فصل ہے اس کا تناسب ملحوظ رکھتے ہوئے نمازیں پڑھی جائیں گی۔ کیونکہ شرح مسلم نووی میں اندازے سے کام لینے کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”فجر پڑھیں اور جب طلوعِ فجر اور ظہر کے درمیانی وقت کے مطابق عرصہ گزر گیا تو نمازِ ظہر پڑھیں، اور جب ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کا عرصہ گزر گیا تو نمازِ عصر پڑھیں، اور پھر عصر و مغرب کے درمیانی وقت کے مطابق عرصہ گزر گیا تو مغرب پڑھیں، اور اسی طرح ہی عشاء پھر فجر، ظہر، پھر عصر، پھر مغرب اور نمازِ عشاء۔ یہ سلسلہ اسی طرح ہی چلتا رہے گا یہاں تک کہ وہ دن ختم ہو جائے۔“ [۱۴۴]

ایسے طویل الاوقات علاقوں میں جس طرح نماز کے اوقات کا اندازے سے تعین کیا جائے گا اور جس طرح نماز کی فرضیت بلا تخصیص عام ہے اسی طرح ہی ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیت و حکم بھی چونکہ بلا تخصیص تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے اور یہ اسی وقت برقرار رہ سکتا ہے جب ایسے مقامات پر بھی اندازے سے سال کے بارہ مہینے متعین کیے جائیں اور ان میں سے ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھے جائیں۔ اور ایسے مقامات کے باشندوں کو ان مقامات کے مطابق عمل کرنا چاہئے جو ان سے قریب ہیں اور وہاں معمول کے مطابق دن اور رات کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے۔ کیونکہ وقت کی حیثیت محض ایک علامت کی ہے۔ واللہ اعلم۔ [۱۴۵]

رؤیتِ ہلال کی دعاء:

رؤیتِ ہلال، اختلافِ مطالع اور بعض دیگر متعلقہ مسائل کے ذکر کے بعد یہ بھی پیش نظر

[۱۴۴] شرح النووی علی صحیح مسلم: ۹/۱۸/۶۶۔

[۱۴۵] ملاحظہ فرمائیں: جدید فقہی مسائل، ص: ۸۴-۸۶۔

رکھیں کہ ہلال یا چاند ماہ رمضان کا ہو جسے دیکھ کر اگلے دن سے روزہ رکھنا شروع کیا جاتا ہے، یا ماہ شوال کا جسے ”ہلال عید“ کہتے ہیں، جسے دیکھ کر اگلی صبح عید کی جاتی ہے یا چاہے کسی بھی دوسرے مہینے کا چاند کیوں نہ ہو، اُسے جب پہلی مرتبہ دیکھا جائے تو اس موقع کے لئے نبی اکرم ﷺ نے ایک دعاء تعلیم فرمائی ہے، چنانچہ صحیح ابن حبان، سنن دارمی، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں اس دعاء کے یہ الفاظ ہیں:

«اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُمَّ أَهْلَهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ  
وَالْإِسْلَامِ وَالتَّوْفِيقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللَّهُ»۔ [۱۳۶]

”اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ! اس چاند کے ساتھ ہمارے لئے امن و ایمان، سلامتی و اسلام اور اپنے پسندیدہ و رضاء یافتہ اعمال خیر کی توفیق ارزاں فرما، اے ہلال! ہمارا اور تیرا رب اللہ ہی ہے۔“

ترمذی میں قدرے اختصار ہے اور یہ مختصر دعاء ہی زیادہ معروف بھی ہے جس کے الفاظ ہیں:

«اللَّهُمَّ أَهْلِلْهُ (أَهْلَهُ) عَلَيْنَا بِالْيَمْنِ (بِالْأَمْنِ) وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ  
وَالْإِسْلَامِ رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ»۔ [۱۳۷]

”اے اللہ! اس چاند کے ساتھ ہمارے لئے امن و ایمان اور سلامتی و اسلام نازل فرما۔ اے ہال! میرا اور تیرا پروردگار اللہ ہی ہے۔“

ان دونوں دعاؤں میں سے جو بھی یاد ہو کر لیں اور اگر کسی کو کوئی ایک بھی یاد نہیں تو ایک یاد کر لینی چاہئے۔

[۱۳۶] صحیح ابن حبان، الموارد، ص: ۵۹۰ تحقیق محمد عبدالرزاق حمزہ، مدرس حرم مکی، طبع دار الکتب العلمیہ بیروت، دارمی عن عبداللہ بن عمر بن الخطاب، صحیح الکلم الطیب بلامام ابن تیمیہ، ص: ۹۱، طبع المكتبة الاسلامی، تحفة الاحوذی: ۹/۳۱۳۔  
[۱۳۷] ترمذی مع التحفة: ۹/۳۱۳ عن طلحة بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ۔

اندازِ دعاء:

یہاں ایک اور بات کی طرف اشارہ کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ چاند دیکھنے کے بعد جب تک دعاء کرتے ہیں اپنا رخ چاند کی طرف ہی کیے رہتے ہیں۔ یہ اندازِ دعاء درست نہیں کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں بعض آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«إِذَا رَأَى الْهَلَالَ فَلَا يَرْفَعُ إِلَيْهِ رَأْسَهُ إِنَّمَا يَكْفِي مِنْ أَحَدِكُمْ أَنْ يَقُولَ: رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ.» [۱۳۸]

”جب تم میں سے کوئی شخص چاند دیکھے تو اس کی طرف سر (منہ) اٹھائے نہ کھڑا رہے بلکہ یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔“

یعنی چاند دیکھ کر صرف دعاء کر دینا ہی کافی ہے۔ ادھر منہ کیے کھڑے نہ رہیں۔ ایک دوسرے اثر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ چاند دیکھ کر آسمان کی طرف منہ کیے کھڑے رہنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ چاند دیکھ کر اپنی راہ لیں اور دعاء کر دیں۔ [۱۳۹]

ماہِ رمضان کی مبارک ساعات اور عام اوقات میں آپ سب کی دعاؤں کا طالب

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین

ترجمان، سپریم کورٹ، الخبر

وداعیہ متعاون مراکز دعوت و ارشاد

الدام، الظهران، الخبر (سعودی عرب)

[۱۳۸] مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲/۸/۱۱ بحوالہ تحقیق العلم الطیب للالبانی، ص: ۹۱۔

[۱۳۹] ابن ابی شیبہ الضأ۔

## مؤلف کی دیگر تصانیف اور علمی کاوشیں

مطبوعہ کتب:

نمبر شمار	نام کتاب	صفحات	شائع کردہ	تاریخ طبع
۱	آئینہ نبوت (سیرت النبیؐ ایک اچھوتے انداز میں)	۵۱	مکتبہ کتاب و سنت۔ بزم الہلال	طبع دوم ۲۰۰۰ء
۲	رمضان المبارک روحانی تربیت کا مہینہ	۴۰	مکتبہ کتاب و سنت۔ بزم الہلال	طبع دوم ۲۰۰۰ء
۳	توحید: شکوک و شبہات کا ازالہ	۱۲	مکتبہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ علی الباقرین شارحہ۔ توحید پبلیکیشنز، بنگلور	طبع دوم ۲۰۰۴ء
۴	مسنون ذکر الہی (مختصر)	۵۰	مکتبہ کتاب و سنت۔ عامر الباقرین شارحہ	طبع چہارم ۲۰۰۴ء
۵	مسنون ذکر الہی (مفصل)	۴۶۳	مکتبہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	طبع چہارم ۲۰۰۴ء
۶	مناسک الحج والعمرة (پاکٹ سائز)	۳۰۰	مکتبہ کتاب و سنت۔ عامر الباقرین شارحہ	طبع اول ۱۹۸۱ء
۷	در آمدہ گوشت کی شرعی حیثیت	۸۰	مکتبہ کتاب و سنت۔ شیخ الکندی شارحہ	طبع دوم ۲۰۰۴ء
۸	خنزیر کی چربی پر مشتمل اشیاء (اردو)	۳۲	صدیقی ٹرسٹ کراچی	طبع اول ۱۹۸۰ء
۹	خنزیر کی چربی پر مشتمل اشیاء (اردو۔ انگلش)	۳۲	ایئر ڈین یونیورسٹی (برطانیہ)	طبع اول ۱۹۸۱ء
			مکتبہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	طبع چہارم ۲۰۰۴ء
۱۰	انسانی تاریخ کی خفیہ ترین تحریک	۳۲	مکتبہ کتاب و سنت۔ صدیقی ٹرسٹ	طبع دوم ۲۰۰۴ء
۱۱	مقام سنت اور فتنہ انکار حدیث	۹۶	مکتبہ کتاب و سنت، الادارۃ الاسلامیہ، توحید پبلیکیشنز	طبع دوم ۲۰۰۴ء
۱۲	تین اہم اصول دین مع مختصر نماز	۵۸	مکتبہ کتاب و سنت، الادارۃ الاسلامیہ، توحید پبلیکیشنز	طبع اول ۱۹۸۳ء
۱۳	دین کے تین اہم اصول مع مختصر مسائل نماز	۶۴	دار الافتاء والکتاب التعاونیہ وغیرہ	۲۰۰۴ء تک دس ایڈیشن
۱۴	قبولیت عمل کی شرائط	۴۰۸	مکتبہ کتاب و سنت و جامعہ سلفیہ بنارس	طبع چہارم ۲۰۰۳ء
۱۵	دعوت الی اللہ اور داعی کے اوصاف	۹۶	مکتبہ کتاب و سنت، الادارۃ الاسلامیہ، توحید پبلیکیشنز	طبع دوم ۲۰۰۴ء
۱۶	سیرت امام الانبیاء ﷺ	۶۱۴	مکتبہ کتاب و سنت۔ مکتبہ ابن تیمیہ، قطر	طبع سوم ۲۰۰۴ء
۱۷	شراب اور دیگر منشیات	۳۹۹	مکتبہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	طبع دوم ۲۰۰۴ء
۱۸	مختصر مسائل و احکام طہارت و نماز	۲۸	مکتبہ کتاب و سنت۔ توحید پبلیکیشنز	۱۹۸۳ھ-۲۰۰۲ء
۱۹	فقہ الصلوٰۃ (جلد اول)	۷۲۸	مکتبہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	طبع اول ۱۹۹۰ء



نمبر شمار	نام کتاب	صفحات	شائع کردہ	تاریخ طباعت
۲۰	فقہ الصلوٰۃ (جلد دوم)	۸۲۷	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ	طبع اول ۱۹۹۹ء
۲۱	سوئے حرم (حج و عمرہ اور قربانی)	۳۶۶	ملکتیہ کتاب و سنت، مرکزی جمعیت الاحمدیہ	طبع سوم ۲۰۰۳ء دہلی، انڈیا
۲۲	زیارتِ مدینہ منورہ (آداب و احکام)	۳۱	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز، بنگلور، صدر دفتر امور مسجد نبوی ﷺ	طبع دوم ۲۰۰۲ء
۲۳	صحیح تاریخ ولادت مصطفیٰ ﷺ اور عید میلاد، یوم وفات پر؟	۳۱	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز، بنگلور	طبع دوم ۲۰۰۳ء
۲۴	نماز و روزہ کی نیت (مراجعه و تہذیب)	۴۷	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲ء
۲۵	جہادِ اسلامی کی حقیقت (مراجعه و تہذیب)	۱۸۸	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۰ء
۲۶	سود و رشوت (مراجعه و تہذیب)	۱۲۸	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۱ء
۲۷	زنا کاری و فحاشی (مراجعه و تہذیب)	۲۰۸	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۱ء
۲۸	مختصر مسائل و احکام رمضان و روزہ	۴۰	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز، بنگلور	۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲ء
۲۹	مختصر مسائل حج و عمرہ اور قربانی و عیدین	۵۹	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز، بنگلور	۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲ء
۳۰	گلدستہ نصیحت سے بچاس (۵۰) پھول	۴۴	الشیخ عبدالعزیز المقبل	طبع دوم ۲۰۰۳ء
۳۱	مساجد و مقابر اور مقامات نماز	۱۶۸	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	طبع اول ۲۰۰۳ء
۳۲	احکام و آداب مساجد	۲۸۶	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	طبع اول ۲۰۰۳ء
۳۳	نماز کیلئے مرد و زن کا لباس	۱۴۶	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	طبع اول ۲۰۰۳ء
۳۴	لواطت و انعام بازی	۱۲۰	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۰ء
۳۵	انداز و نوا و لواطت کے لیے اسلام کی تدابیر	۱۶۹	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۰ء
۳۶	حج مسنون (شارحہ ٹیلیویشن پروگرام)	۱۴۴	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۰ء
۳۷	آئین - معنی و مفہوم مقتدی کے لیے حکم	۱۰۴	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۰ء
۳۸	رفع الیدین قائلین و فاعلین کے دلائل	۱۱۶	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۰ء
۳۹	درد و شریف - فضائل و احکام	۱۹۴	نور اسلام اکیڈمی، لاہور	طبع دوم ۲۰۰۳ء
۴۰	ظہور امام مہدی	۲۱	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز، بنگلور	طبع دوم ۲۰۰۲ء
۴۱	مسائل قربانی و عیدین	۲۸۳	ملکتیہ کتاب و سنت، مرکزی جمعیت الاحمدیہ	طبع دوم ۲۰۰۳ء انڈیا
۴۲	شراب سے علاج؟	۵۹	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	طبع دوم ۲۰۰۳ء
۴۳	تعویذ گنڈوں اور جنات و جادو کا علاج	۸۶	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز، بنگلور	۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۳ء
۴۴	نماز پنج گانہ کی رکعتیں مع و تر و تہجد و جمعہ	۱۲۵	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز، بنگلور	طبع دوم ۲۰۰۲ء

نمبر شمار	نام کتاب	صفحات	شائع کردہ	تاریخ طباعت
۴۵	تمباکو نوشی	۱۰۴	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	طبع دوم ۲۰۰۴ء
۴۶	دخول جنت کے تیس اسباب و ذرائع	۳۴	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	طبع دوم ۲۰۰۲ء
۴۷	امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ضرورت جہاد	۱۲۳	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۱ء
۴۸	اسیران جہاد اور مسئلہ غلامی	۱۲۸	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	طبع اول ۲۰۰۲ء
۴۹	انسانی جان کی قیمت اور فلسفہ جہاد	۹۵	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۲۰۰۱ء
۵۰	وجوب نقاب (پہرے کا پردہ)	۱۶۴	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۲۰۰۲ء
۵۱	مصنوعی اعضاء کی صورت میں غسل و وضو	۹۷	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۲۰۰۳ء
۵۲	نماز کے مفصلات و مکروہات و مباحات	۷۷	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۲۰۰۳ء
۵۳	ٹوپی و پگڑی سے یا ننگے سر نماز؟	۴۷	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز، بنگلور، ملکتیہ ابن حجر بھنگل	۲۰۰۳ء
۵۴	غیر مسلموں سے تعلقات اور جھوٹے کھانے پینے کا حکم	۱۱۲	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۲۰۰۴ء
۵۵	رکوع والے کی رکعت؟	۳۰	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز، بنگلور	۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲ء
۵۶	رکوع سے سجدے میں جانے کی کیفیت	۳۲	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲ء
۵۷	جمعة المبارک: فضائل و مسائل	۹۹	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۴ء
۵۸	گانا و موسیقی - قرآن و سنت کی نظر میں	۹۶	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز، بنگلور، مدرسہ اصلاح المسلمین، بہار، انڈیا	۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۴ء
۵۹	... اور سگریٹ چھوٹ گئی	۳۲	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز، بنگلور	۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۴ء
۶۰	تارکین و ماعین رفع یدین کے دلائل کا جائزہ	۱۵۰	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۴ء
۶۱	بدعات رجب و شعبان	۸۰	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۴ء
۶۲	تارک نماز کا انجام	۱۵۶	صراط مستقیم - برمنگھم	۱۴۳۰ھ - ۲۰۰۹ء
۶۳	آداب دعاء (مقامات، اوقات وغیرہ) (اشتراک)	۱۰۴	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۴ء
۶۴	نماز نبوی ﷺ (کتاب + VCD)		تالیف: الشیخ محمد صالح المنجد، الخبر	۱۴۳۰ھ - ۲۰۰۹ء
۶۵	محرمات (حرام اشیاء و امور)	۱۴۵	تالیف: الشیخ محمد صالح المنجد، الخبر	۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۴ء
۶۶	سال نوار اور تذکرہ چند بدعات کا	۵۷	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۱۴۲۹ھ - ۲۰۰۸ء
۶۷	نماز تراویح	۱۲۶	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز، بنگلور	۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۴ء
۶۸	عمل صالح کی پہچان، قبولیت عمل کی شرائط (مختصر)	۱۱۰	توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا	۱۴۲۷ھ - ۲۰۰۶ء
۶۹	چھٹی کے پیٹ میں	۱۶۰	ملکتیہ کتاب و سنت، ام القریٰ پبلیکیشنز	۱۴۳۵ھ - ۲۰۱۴ء
۷۰	نماز جنازہ (مختصر مسائل و احکام)	۹۶	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز، بنگلور	۱۴۲۷ھ - ۲۰۰۶ء

## فضائلِ رمضان و روزہ :

نمبر شمار	نام کتاب	صفحات	شائع کردہ	تاریخ طباعت
۷۱	بدعات اور ان کا تعارف (تہذیب)	۱۲۸	توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا	
۷۲	مسائل اذان و اقامت اور جماعت و امامت	۱۵۹	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز، بنگلور	۲۰۰۹ھ - ۲۰۱۰ھ
۷۳	فقہ الصلوٰۃ بنام نماز نبوی (جلد سوم)	۷۷۳	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۲۰۰۹ھ - ۲۰۱۰ھ
۷۴	مسائل و احکام طہارت		ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۲۰۰۹ھ - ۲۰۱۰ھ
۷۵	رمضان المبارک اور احکام روزہ (منفصل)		ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز	۲۰۰۹ھ - ۲۰۱۰ھ
۷۶	سورۃ فاتحہ، فضیلت، مقتدی کے لیے حکم	۲۴۹	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	
۷۷	اوقات نماز پنج گانہ	۱۲۶	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۲۰۰۹ھ - ۲۰۱۰ھ
۷۸	نماز میں عدم پابندی اور تارک نماز کا حکم		ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۲۰۰۹ھ - ۲۰۱۰ھ
۷۹	نماز میں ہاتھ... کب؟ کہاں؟ کیسے؟	۱۲۶	ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۲۰۰۸ھ - ۲۰۰۹ھ
۸۰	اندھی تقلید و تعصب میں تحریف کتاب و سنت	۷۹	توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا	۲۰۰۸ھ - ۲۰۰۹ھ
۸۱	حقوقِ مصطفیٰ اور گستاخِ رسول کی سزا	۳۳۷		
۸۲	الامام العلامہ ابن باز	۲۲۴	ملکتیہ کتاب و سنت، و ملکتیہ ام القرئی	
۸۳	خطباتِ مسجدِ حرام (مکہ مکرمہ) جلد اول		ملکتیہ کتاب و سنت، و ملکتیہ ام القرئی	۲۰۱۳ھ - ۲۰۱۴ھ
۸۴	خطباتِ مسجدِ نبوی (مدینہ منورہ) جلد اول		ملکتیہ کتاب و سنت، و ملکتیہ ام القرئی	۲۰۱۳ھ - ۲۰۱۴ھ
۸۵	اسلامی تربیتِ اولاد	۲۲۲	ملکتیہ کتاب و سنت، و ملکتیہ ام القرئی، توحید پبلیکیشنز	۲۰۱۳ھ - ۲۰۱۴ھ
۸۶	دنوی و مصاب و مشکلات (تہذیب و مراجمہ)	۴۳	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز	۲۰۰۳ھ
۸۷	نماز میں کی جانے والی غلطیاں (تہذیب و مراجمہ)	۶۳	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز	۲۰۰۴ھ
۸۸	مرد و زن کی نماز میں فرق (تہذیب و مراجمہ)	۴۰	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز	۲۰۰۴ھ
۸۹	استقامت: راہِ دین پر ثابت قدمی (تہذیب و مراجمہ)	۶۴	ملکتیہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز	۲۰۰۴ھ
۹۰	امامت کا اہل کون؟ (اعداد و تقدیم)	۷۶	توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا	۲۰۰۸ھ - ۲۰۰۹ھ
۹۱	ارکانِ ایمان (مراجمہ و تقدیم)	۱۰۴	توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا	۲۰۰۸ھ - ۲۰۰۹ھ
۹۲	ارکانِ اسلام (مراجمہ و تقدیم)	۱۲۲	توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا	۲۰۰۸ھ - ۲۰۰۹ھ
۹۳	دوہرے اجر کے مستحق لوگ (تہذیب)		ملکتیہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ سیالکوٹ	۲۰۰۹ھ - ۲۰۱۰ھ
۹۴	احکام القرآن (اوامر و نواہی) (تہذیب و اضافہ)	۵۶۰	ہند	۲۰۰۹ھ - ۲۰۱۰ھ
۹۵	بہیز و جوڑے کی رسم (تہذیب)	۶۳	توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا	۲۰۰۸ھ - ۲۰۰۹ھ
۹۶	انسان کا سب سے بڑا دشمن (تہذیب)		ہند	۲۰۰۸ھ - ۲۰۰۹ھ
۹۷	تلاشِ حق کا سفر، تالیف: محمد رحمت اللہ خان (تہذیب)		ابو حنیفہ اکیڈمی	۲۰۰۷ھ - ۲۰۰۸ھ

نمبر شمار	نام کتاب	صفحات	شائع کردہ	تاریخ طباعت
۹۸	خوشگوار زندگی کے بارہ اصول (تقدیم)	۴۰	توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا	۱۴۲۹ھ - ۲۰۰۸ء
۹۹	معوذتین: فضائل و تفسیر (مراجعة و تہذیب)	۷۲	توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا	۱۴۲۹ھ - ۲۰۰۸ء
۱۰۰	جنتی عورت (تہذیب و تقدیم)	۹۷	مکتبہ کتاب و سنت، توحید پبلیکیشنز	۱۴۲۸ھ - ۲۰۰۷ء
۱۰۱	قرآنی گرامر کی مختصر، ضروری اور آسان ورک بک (تہذیب)			۱۴۳۰ھ - ۲۰۰۹ء
۱۰۲	گھریلو ماحول کی اصلاح کیلئے ۴۰ نصیحتیں (مراجعة و تقدیم)		توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا	۱۴۳۲ھ - ۲۰۱۱ء
۱۰۳	سفر آخرت، حسن خاتمہ و سوء خاتمہ (مراجعة و تقدیم)		توحید پبلیکیشنز، بنگلور، انڈیا	۱۴۳۲ھ - ۲۰۱۱ء
۱۰۴	گلدستہ دروسِ خواتین (جلد اول) ام عدنان قمر (مراجعة و تہذیب)		مکتبہ کتاب و سنت، ام القریٰ پبلیکیشنز	۱۴۳۴ھ - ۲۰۱۳ء
۱۰۵	گلدستہ دروسِ خواتین (جلد دوم) ام عدنان قمر (مراجعة و تہذیب)		مکتبہ کتاب و سنت، ام القریٰ پبلیکیشنز	۱۴۳۴ھ - ۲۰۱۳ء
۱۰۶	زاد المسالقات (مراجعة و تہذیب)		مکتبہ کتاب و سنت، ام القریٰ پبلیکیشنز	۱۴۳۱ھ - ۲۰۲۰ء
۱۰۷	سفینۂ نجات (تہذیب و اضافہ)		مکتبہ کتاب و سنت، ام القریٰ پبلیکیشنز	۱۴۳۱ھ - ۲۰۲۰ء
۱۰۸	انسان کا سب سے بڑا دشمن کون؟ (مراجعة و تہذیب)		مکتبہ کتاب و سنت، ام القریٰ پبلیکیشنز	۱۴۳۱ھ - ۲۰۱۹ء
۱۰۹	بیماریوں کا علاج (قرآن و سنت کی دعاؤں سے) (تہذیب و اضافہ)		مکتبہ کتاب و سنت، ام القریٰ پبلیکیشنز	۱۴۳۱ھ - ۲۰۲۰ء

### مسودات:

نمبر شمار	نام مسودہ	مؤلف
۱	پچاس (۵۰) سوال و فتاویٰ احکام حیض	الشیخ محمد بن صالح العثیمین
۲	ممنوعات (ناجائز امور)	الشیخ محمد صالح المنجد، النبر
۳	فقہ الصلوٰۃ (جلد چہارم)	
۴	احکام زکوٰۃ و صدقات	
۵	چند اختلافی مسائل میں راہِ اعتدال	
۶	مقالات قمر (جلد اول)	
۷	مقالات قمر (جلد دوم)	
۸	الامام الحدیث الالبانی	

نمبر شمار	نام مسودہ	مؤلف
۹	تفسیر سورہ حجرات	
۱۰	حرمین شریفین (حدود، آداب، فضائل، تاریخ)	
۱۱	خطبات مسجد حرام (مکہ مکرمہ) جلد دوم	
۱۲	خطبات مسجد حرام (مکہ مکرمہ) جلد سوم	
۱۳	خطبات مسجد حرام (مکہ مکرمہ) جلد چہارم	
۱۴	خطبات مسجد حرام (مکہ مکرمہ) جلد پنجم	
۱۵	خطبات مسجد نبوی (مدینہ منورہ) جلد دوم	
۱۶	خطبات مسجد نبوی (مدینہ منورہ) جلد سوم	
۱۷	خطبات مسجد نبوی (مدینہ منورہ) جلد چہارم	
۱۸	خطبات مسجد نبوی (مدینہ منورہ) جلد پنجم	
۱۹	چند نفلی نمازیں اور سجدے	
۲۰	تفسیر آیات الاحکام (دو جلدیں)	
۲۱	الادعیہ والاذکار فی اللیل والنہار (عربی)	
۲۲	صحیح فضائل اعمال (قرآن کریم اور صحیح بخاری و مسلم کی روشنی میں)	
۲۳	اسلام: نا تو اں علماء اور نادان عوام کے مابین	
۲۴	تبلیغی نصاب کے ناشر اور دیوبندیت کے مؤلف کی توبہ	
۲۵	فضائل اعمال پر ایک نظر، مہندس فصیح الدین قریشی	
۲۶	ایک کھلا خط - تحریر: محمد رحمت اللہ خان	
۲۷	(کھلا خط تمام مسلمانوں کے نام)، سید محمد صبغت اللہ امجد	
۲۸	تبلیغی نصاب: تجزیہ و تبصرہ	
۲۹	گلدستہ آداب کے چند پھول	